علماء کمیٹی سے امیر تنظیم اسلامی کا استعفاء

فرقہ واریت میں شدت پسندی اور بڑھتی ہوئی وہشت گردی کے خاتمے کے لئے مناسب قوانین کا مسودہ تیار کرنے کی غرض سے قائم کی گئی علماء کمیٹی کے قیام کے پس منظر سے قبل ازیں قارئین کو آگاہ کیا جاچکا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے ۲/اپریل کے خطاب جمعہ میں اس معاملہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی تھی جس کا خلاصہ گزشتہ شمارے میں ہدیۂ قارئین کردیا گیا تھا ـــــ تاہم یہ بیل ابھی پورے طور پر منڈھے چڑھنے نہ پائی تھی کہ کمیٹی کے بعض ارکان کے نامناسب بیانات اور قومی پریس میں ۱۸سال قبل کے ماہ محرم میں بیٹے کی شادی کے واقعے کے غیر ضروری طور پر اچھل جانے سے فضا کے عمومی مکدر ہو جانے کے باعث اصلاح احوال کے خیال سے امیر تنظیم اسلامی نے اس کمیٹی کی چیئرمین شپ اور رکنیت سے مستعفی ہونے کو مناسب خیال فرمایا اور ۱۳/اپریل کو وزیر اعظم میاں نواز شریف صاحب کے نام ذاتی خط میں انہیں اپنے اس فیصلہ سے مطلع فرمادیا۔ اس خط کے بعض مندرجات قومی اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔ ذیل میں اس خط کا مکمل متن ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمی جناب وزیر اعظم پاکستان، اسلام آباد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ نے بعض انتہاپسند اہل سنت و اہل تشیع کے باہمی تصادم سے پیدا شدہ تکلیف دہ صورتحال کی اصلاح کے لئے سفارشات پیش کرنے کے لئے جو کمیٹی تشکیل دی تھی، اس کے چیئرمین کی حیثیت سے مجھے نامزد کر کے مجھ پر جس اعتماد کا اظہار کیا تھا اس کے لئے تہہ دل سے ممنون ہوں۔

میرا ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ میں اس منصب کا اہل ہوں، تاہم میں نے اس ذمہ داری کو اس لئے قبول کر لیا تھا کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام اور شریعت اسلامی کے نفاذ کے ضمن میں شیعہ سنی مفاہمت کی جو کوشش میں گزشتہ چار پانچ سال سے کر رہا ہوں، شاید کہ اس کمیٹی کے ذریعہ اس مقصد کو بھی تقویت حاصل ہو۔ بہر حال حسب فیصلہ اس کمیٹی کا پہلا اجلاس ۷/۸ اپریل کو لاہور میں منعقد ہوا۔ جس کی کارروائی مجموعی طور پر خوشگوار ماحول میں اس درجہ حسن و خوبی انجام کو پہنچی کہ دو قوانین کے مسودے تیار کر لئے گئے جن میں سے ایک پر تو تقریباً سب اراکین کمیٹی کا اتفاق تھا، لیکن دوسرے کے ضمن میں تحریک جعفریہ کے نمائندگان مطمئن نہیں تھے، تاہم انہوں نے تجویز پیش کی کہ ہمیں مہلت دی جائے کہ ہم ان مسودات پر اپنے اہل الرائے حضرات سے مشورہ کر لیں اور وعدہ کیا کہ وہ خود اس کی مخالفت نہیں کریں گے ـــــ چنانچہ طے کر لیا گیا کہ آئندہ اجلاس یکم مئی کو لاہور ہی میں ہو گا جس میں حتمی فیصلہ کر لیا جائے گا جس کے بعد دعائے خیر پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

اس کے بعد اولاً تو ایک اخباری رپورٹر نے ۱۸سال قبل کے ایک واقعے کی یاد تازہ کر کے فضا کو مکدر کر دیا۔ (اس ضمن میں وضاحتی بیان کی نقل منسلک کر رہا ہوں)

پھر علامہ سید ساجد علی نقوی کے بیانات اخبارات میں نمایاں طور پر شائع ہو گئے کہ اس کمیٹی کو توڑ دیا جائے۔

اور کل کے اخبارات میں جماعت اہل سنت کی جانب سے بھی یہی مطالبہ آ گیا ـــــ اور جس اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا اس میں دو معزز اراکین کمیٹی بھی شامل تھے یعنی صاحبزادہ فضل کریم صاحب، وزیر اوقاف پنجاب اور ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی صاحب۔

مزید برآں ڈاکٹر نعیمی صاحب کا ایک علیحدہ بیان بھی شائع ہوا جس میں کہا گیا کہ ڈاکٹر اسرار کی شخصیت کے متنازعہ ہونے کے باعث کمیٹی کی حیثیت مشکوک ہو گئی ہے۔

آج کے اخبارات میں نہ صرف یہ کہ متذکرہ بالا بیانات میں سے کسی کی تردید شائع نہیں ہوئی، بلکہ علامہ ساجد نقوی صاحب کا یہ بے بنیاد الزام شائع ہوا ہے کہ میں نے مجوزہ قوانین کے مسودے اخبارات کے نمائندوں کو تقسیم کر کے معاہدے کی خلاف ورزی کی، حالانکہ میں نے یہ مسودے کسی کو نہیں دیئے!

ان حالات میں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کمیٹی کے اعلیٰ مقاصد کے پیش نظر میں اس کی چیئرمین شپ سے مستعفی ہو جاؤں۔ تاکہ میری ذات ان مقاصد کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے! بنابریں میں کمیٹی کی سربراہی سے بھی مستعفی ہوتا ہوں اور چونکہ میری اس علماء کمیٹی میں شرکت صرف اسی حیثیت میں تھی، ورنہ میرا شمار معروف معنی میں علماء میں نہیں ہوتا، لہٰذا میں اس کمیٹی کی بنیادی رکنیت سے بھی مستعفی ہوتا ہوں۔

البتہ میرا مشورہ یہ ہے کہ :

① اس کمیٹی کو قائم رکھا جائے۔ اور اس نے جو کام شروع کیا ہے اسے حتی الامکان تکمیل تک پہنچایا جائے،

② اس کی سربراہی ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی صاحب کے حوالے کر دی جائے، اور

③ اس کمیٹی میں سپاہ محمدؐ پاکستان کے دو نمائندوں کو بھی شامل کیا جائے۔ (ان کی جانب سے موصول شدہ خط کی نقل بھی منسلک ہے!) میں نے ان کا مسئلہ کمیٹی کے سامنے بھی رکھا تھا۔ چنانچہ تحریک جعفریہ کے نمائندوں کو تو ان کی شمولیت پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ البتہ باقی بہت سے حضرات کا کہنا تھا کہ اس صورت میں لشکر جھنگوی کے نمائندوں کو بھی شریک کرنا ہو گا۔ لیکن مجھے اس رائے سے اختلاف ہے۔ اس لئے کہ لشکر جھنگوی کی کل تنظیم زیر زمین ہے، جبکہ سپاہ محمدؐ کی تنظیم بر سر عام موجود ہے۔

فقط والسلام مع الاکرام

ڈاکٹر اسرار احمد

اسلامی ریاست میں مسئلہ تکفیر ناگزیر ضرورت کی حیثیت رکھتا ہے

فرقہ وارانہ کشیدگی کو مستقل بنیادوں پر ختم کرنے کے لئے مناسب اور ضروری قانون سازی وقت کا اہم ترین تقاضا ہے

امت کے مختلف طبقات اور مکاتب فکر قرآن حکیم سے جتنا قریب ہوں گے‘ اسی قدر ان میں باہم قرب اور اتحاد پیدا ہو گا

تحریک اسلامی کی جانب سے تنظیم اسلامی کے ساتھ اشتراک عمل کا فیصلہ نہایت خوش آئند ہے!

مسجد دار السلام باغِ جناح‘ لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے ۱۰/اپریل ۹۹ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب : نعیم اختر عدنان

حمد و ثنا‘ تلاوتِ آیات اور ادعیۂ ماثورہ کے بعد فرمایا :

میرے ذہن میں ابتدا ہی سے دینی جدوجہد کے دو اہداف بالکل واضح ہیں جن میں سے اولین اور اہم ترین ایک اسلامی انقلابی جماعت کا قیام تھا‘ کہ دین کے غلبہ و اقامت کے لئے جدوجہد کا عزم رکھنے والے ان لوگوں کو جو دین پر عمل پیرا بھی ہوں ایک جماعت کی صورت میں منظم کیا جائے۔ ایسی جماعت کا "دعوت الی الخیر‘ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کا فریضہ سرانجام دے۔ گویا سورۃ آل عمران میں بیان شدہ اس سہ نکاتی لائحہ عمل کو یعنی (۱) پہلے خود اللہ کا بندہ بننا (۲) لوگوں کو اللہ کا بندہ بننے کی دعوت دینا اور (۳) مطلوبہ طاقت مہیا ہو جائے تو نظام باطل کو چیلنج کر کے دین قائم کرنا‘ میری جدوجہد کی اساس اور بنیاد قرار دیا جاسکتا ہے۔

میری گزشتہ ربع صدی کی جدوجہد میں دوسرا رخ بھی ابتداء ہی سے میرے پیش نظر تھا‘ وہ یہ کہ مختلف مسالک اور فرقوں کے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لایا جائے یعنی امت مسلمہ کے مختلف عناصر اور طبقات میں بڑھتے ہوئے تشتت و انتشار کو کم کر کے ان کے مابین تالیف کی کوشش کرنا۔ چونکہ ہمارے تجزیہ کے مطابق اتحاد امت کے اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید سے گہری وابستگی ضروری ہے‘ امت کے مختلف طبقات اور مکاتب فکر قرآن حکیم سے جتنا قریب ہوں گے اتنا ہی ان میں باہم قرب اور اتحاد پیدا ہو گا‘ چنانچہ ہماری تحریک "دعوت رجوع الی القرآن" کا مرکز و محور یہی بنیاد تھی۔ اس حوالے سے درس قرآن‘ قرآنی تربیت گاہیں‘ دورۂ ترجمہ القرآن اور قرآن کانفرنسیں خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ تحدیث نعمت کے طور پر عرض ہے کہ ایک زمانہ میں قرآن اور میرا نام ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہو گئے تھے فالحمد للہ علی ذلک۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ۱۹۷۳ء میں قرآن کانفرنسوں کے انعقاد کا آغاز کیا گیا جس میں تمام مکاتب فکر کی نمایاں شخصیات کو مدعو کیا جاتا رہا۔ پھر میں نے ۱۹۸۵ء اپنے دینی فکر کا خلاصہ "فرائض دینی کا جامع تصور" کے عنوان سے مرتب کر کے پاک و ہند کے چوٹی کے علماء کی خدمت میں بھیجا اور انہیں اس کی توثیق و تردید کے لئے اپنے ہاں اظہار خیال کی دعوت دی۔ اس چھ روزہ سیمینار میں ہماری توقع کے عین مطابق مدعو مقررین کی طرف سے شدید مخالفت بھی ہوئی اور الحمد للہ توثیق و تائید بھی۔ تاہم اس وقت بہت سے افراد نے ہمارے اس اقدام کو سراہا کہ پاکستان کی تاریخ میں ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ کسی نے اپنی فکر کو اتحاد امت کی غرض سے اس طرح تنقید کے لئے پیش کیا ہو۔ اس کوشش سے بھی ہمارا مقصد یہی تھا کہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے سے دینی رہنماؤں کے درمیان فاصلے کم ہوں اور وہ دین کے غلبہ و اقامت کی جانب متوجہ ہوں۔

اسی طرح میں نے ۱۹۹۵ء میں مسجد دار السلام باغ جناح لاہور میں مختلف جماعتوں اور تحریکوں کے مابین اتحاد و اتفاق کے ضمن میں ایک مفصل خطاب کیا تھا‘ اس خطاب میں جماعت اسلامی‘ تحریک اسلامی اور تنظیم اسلامی کے مابین "وفاق" کے قیام کی تجویز بھی پیش کی تھی اور بعد ازاں اس کے لئے مقدور بھر کوشش بھی کی۔ علماء کمیٹی میں شمولیت کی وجہ بھی یہی ہے کہ ملک میں غلبہ و نفاذ اسلام کے عظیم تر مقصد کی تکمیل کے لئے اہل سنت اور اہل تشیع میں مفاہمت نہ صرف قومی ضرورت ہے بلکہ امت مسلمہ کو عالمی سطح پر درپیش صورتحال سے عہدہ برآ ہونے کے ضمن میں بھی نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ کیونکہ اہل تشیع کو ملک میں ایک مؤثر اقلیت کی حیثیت حاصل ہے۔ جبکہ بیوروکریسی اور ذرائع ابلاغ میں تو انہیں فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔ مزید برآں شیعہ سنی منافرت پھیلانے میں اصل کارفرما ہاتھ ہندوستان کی خفیہ ایجنسی "را" اور اسرائیل کی خفیہ ایجنسی "موساد" کا ہے اور ان ایجنسیوں کے آلۂ کار دہشت گرد شیعہ سنی اختلافات کی آڑ میں ہی اپنی دہشت پسندانہ کارروائیاں کرتے ہیں چنانچہ اگر ملک میں جاری موجودہ مذہبی منافرت کی شدت میں قابل لحاظ حد تک کمی آجاتی ہے تو اس سے مذہبی دہشت گردی کا بہت حد تک خاتمہ ہو جائے گا۔ دوسری طرف پاکستان‘ ایران اور افغانستان پر مشتمل اسلامی بلاک تشکیل پا جائے تو یہی مسلم بلاک نیو ورلڈ آرڈر کے پس پردہ صیہونی عزائم کا بھرپور مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

اس سلسلے میں یکم اپریل کو وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کی قائم کردہ مجوزہ علماء کمیٹی کا دو روزہ اجلاس ۷‘ ۸ اپریل کو سٹیٹ گیسٹ ہاؤس میں ہوا۔ کمیٹی کے اس اجلاس میں دو مسودات قانون کی تیاری کے کام کا آغاز کر دیا گیا ہے‘ کیونکہ فرقہ وارانہ کشیدگی کو مستقل بنیادوں پر ختم کرنے کے لئے مناسب اور ضروری قانون سازی وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔ ان قوانین کے تحت امت کی مقدس ترین ہستیوں یعنی خلفائے راشدین‘ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے احترام کو پامال کرنے والوں اور بلا ثبوت کفر کے فتوے لگانے والوں کو سخت ترین سزائیں دی جاسکیں گی‘ تاکہ مذہبی منافرت اور فرقہ وارانہ اشتعال انگیزی کا خاتمہ ہو سکے۔ اگرچہ اس وقت ملکی قانون میں امت کی مذکورہ مقدس ترین شخصیات کی توہین پر تین سال کی سزا کا قانون موجود ہے‘ لیکن یہ سزا "گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی" کے اصول کے تحت بہت ہی کم ہے۔ چنانچہ توہین رسالت ﷺ کی سزا اگر موت ہے تو خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم اور

اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن کی اہانت و توہین کی بھی سخت سزا ہونی چاہئے جس کی مدت کم از کم ۱۴ سال ہو۔ یہ بھی ستم ظریفی ہے کہ موجود الوقت قانون کے تحت آج تک کسی بھی شخص کو سزا نہیں دی گئی جس سے انتظامیہ کی نااہلی اور غفلت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح قبل ازیں قائم ہونے والی متحدہ علماء کمیٹی نے ۶۵ کتابوں کو ضبط کرنے کی تجویز پیش کی تھی، مگر ابھی تک ان فیصلوں پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ جبکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ حکومت اس قانون کی تنفیذ کے لئے کوئی سیل یا ٹریبونل قائم کرتی تاہم اب بھی حکومت کو چاہئے کہ وہ خصوصی ٹاسک فورس قائم کرے جو دو طرفہ طور پر شائع ہونے والے اختلافی اور اشتعال انگیز مواد کا مسلسل جائزہ لیتی رہے تاکہ فرقہ واریت کو ہوا دینے والے شرپسند عناصر کو قانون کے شکنجے میں جکڑا جا سکے۔

مسئلہ تکفیر: ایک اسلامی نظریاتی ریاست میں مسئلہ تکفیر بنیادی اہمیت ہی نہیں بلکہ ناگزیر نظریاتی ضرورت کی حیثیت کا حامل بھی ہے۔ کیونکہ جیسے کسی شخص کا کوئی عضو مثلاً ہاتھ پاؤں گل سڑ جائے تو پورے جسم کو بچانے کے لئے اس عضو کا کاٹ پھینکنا ضروری ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص اسلام کے بنیادی نظریات و عقائد سے منحرف ہو جائے تو اسے امت کے مجموعی مفاد کے پیش نظر امت مسلمہ سے خارج کرنا ضروری ہے۔ تطہیر (Purging) کے اس عمل کو اصطلاح شریعت میں "تکفیر" کہا جاتا ہے۔ لیکن ہر شخص کو تکفیر کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ بلکہ ریاستی سطح پر کسی شخص یا جماعت کے کفر کا فیصلہ کرنے کے لئے عدلیہ کا فورم ہی مجاز حیثیت رکھتا ہے یعنی اگر کسی شخص کو کسی فرد یا جماعت کے عقائد کے بارے میں شک و شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ اس کے تصورات اسلام کے بنیادی عقائد سے متصادم ہیں تو ایسے دشمن کو اپنے مذکورہ دعویٰ کو عدالت میں ثابت کرنا ہو گا۔ بصورت دیگر کسی کو کافر کہنے والے شخص کو ایسی سخت سزا دی جائے کہ آئندہ کوئی ایسا کرنے کی جرأت نہ کر سکے چنانچہ بلا ثبوت کافر کہنے والے شخص کو کم و بیش دس سال سزا دی جانی چاہئے۔ جبکہ انگریز کے دور میں مسلمانوں کو چونکہ قانون کی تنفیذ کا کوئی اختیار حاصل نہ تھا اور علماء کی اکثر سرگرمیاں فتویٰ جاری کرنے تک محدود تھیں لہٰذا بعض علماء کے غیر محتاط رویہ کے باعث تکفیر ایک کھیل بن کر رہ گیا، اور آج بھی یہی صورت ہے۔

اس کے علاوہ ہم تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام تمام دینی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے کی کوشش بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ متحدہ اسلامی انقلابی محاذ کی تشکیل کے ضمن میں پاکستان کے چھ بڑے شہروں میں منہاجِ محمدی

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

محرام الحرام میں بیٹے کی شادی کا پس منظر

۱۸ سال پرانے واقعہ کے قومی پریس میں اُچھالے جانے پر

امیر تنظیم اسلامی کی جوابی وضاحت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ بڑی افسوسناک بات ہے کہ اس وقت جبکہ میں چار پانچ سال سے پاکستان میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام اور شریعت اسلامی کے نفاذ کی ناگزیر ضرورت کے طور پر شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت و اہمیت پر زور بھی دے رہا ہوں اور اس سلسلے میں مقدور بھر سعی و جہد بھی کر رہا ہوں —— اور خصوصاً آج کل جبکہ میں وزیر اعظم کی نامزد کردہ علماء کرام کی ایک ایسی کمیٹی میں خدمت سرانجام دے رہا ہوں جو اہل سنت اور اہل تشیع کے بعض انتہاپسند عناصر کے ٹکراؤ سے پیدا شدہ ملک کی مذہبی فضا کے عمومی تکدر کے خاتمے اور امن و امان کو درپیش خطرات سے نجات کی تدابیر پر غور کر رہی ہے —— بعض لوگوں کی طرف سے اٹھارہ سال قبل کے ایک واقعے کے تذکرے سے ان مساعی کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ میرے ایک بیٹے کا نکاح ۱۹۸۱ء میں محرم الحرام کی سات تاریخ کو اور ولیمہ آٹھ تاریخ کو ہوا تھا —— لیکن اللہ گواہ ہے کہ اس کی پشت پر کسی کی دل آزاری کا جذبہ یا ارادہ کارفرما تھا نہ ہی مجھے یہ اندازہ تھا کہ اس پر اہل تشیع اس درجہ برا منائیں گے۔

میرے بحمد اللہ چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں اور سب کی شادیاں ہو چکی ہیں بلکہ دو بیٹیوں کی شادی تو دو دو بار ہوئی اس لئے کہ ایک قضائے الٰہی سے بیوہ ہو گئی تھی اور دوسری نے بعض اسباب کی بنا پر مجبوراً خلع حاصل کر لیا تھا —— گویا میرے ہاتھوں میرے بچوں کی گیارہ شادیاں ہوئیں۔ اگر میری نیت یا ارادہ کسی کی دل آزاری کی مہم چلانے کا ہوتا تو ۸۱ء کی متذکرہ بالا شادی سے قبل کی تین شادیاں، اور اس کے بعد کی سات شادیاں بھی انہی ایام میں ہوتیں۔ ۸۱ء میں ہوا یہ تھا کہ عاشورہ محرم الحرام کی تعطیلات کے دوران تنظیم اسلامی کا آل پاکستان اجتماع ہونا طے پایا تھا۔ جس میں پورے پاکستان سے تنظیم کے رفقاء کو شرکت کے لئے لاہور آنا تھا۔ اس مناسبت سے خیال ہوا کہ اسی موقع پر نکاح ہو جائے تو جملہ رفقاءِ تنظیم بھی دعائے خیر میں شامل ہو جائیں گے۔ اور ولیمے میں بھی ان کی شرکت ہو جائے گی —— پھر میرے یہاں کسی شادی میں نہ کوئی دھوم دھڑکا ہوتا ہے، نہ ڈھول ڈھمکا بلکہ نکاح بھی مسجد میں منعقد ہوتا ہے —— بنابریں یہ خیال ہی نہ آیا کہ اس سے کوئی ناپسندیدہ ردعمل ظاہر ہو گا —— جو بعد میں فی الواقع بہت شدت سے ظاہر ہوا —— البتہ اس زمانے میں بعض شیعہ اہل علم کے ایسے بیانات بھی اخبارات میں شائع ہوئے کہ ہمارے نزدیک ان ایام میں شادی ہرگز حرام نہیں ہے، تاہم اس سے اہل تشیع کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے —— بہرحال میں اس سے اعلانِ برأت کرتا ہوں کہ میری نیت یا ارادہ اہل تشیع کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے یا مجروح کرنے کا تھا۔ واللہ علی ما اقول شہید! —— ساتھ ہی ان حضرات سے اپیل کرتا ہوں جو اس وقت اس واقعے کو اچھال رہے ہیں کہ اپنے اس طرزِ عمل سے خیر کی مذکورہ بالا مساعی کو سبوتاژ کرنے میں دانستہ یا نادانستہ آلۂ کار نہ بن جائیں۔

خاکسار **اسرار احمد** عفی عنہ

۱۰/اپریل ۹۹ء

اگنی ۲ کے تجربے سے اعلان لاہور کی روح قفس قرطاس سے پرواز کرگئی

پاکستان نے علاقائی مسائل کے حل کے لئے چین سے مشورہ نہ کیا تو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے

بھارتی لیڈروں کے ذاتی دوست یاسر عرفات کا اچانک دورۂ لاہور خالی از علت نہیں

مرزا ایوب بیگ' لاہور

بھارت نے گیارہ ۱۱/ اپریل ۱۹۹۹ء کو ایٹمی صلاحیت کے حامل "آئی آر بی ایم" (I.R.B.M) اگنی ۲ بیلسٹک میزائل کا کامیاب تجربہ کیا۔ درمیانی مار کے اس میزائل کی رینج دو ہزار (۲۰۰۰) کلومیٹر تک ہے' یوں پاکستان کا ہر علاقہ اس کی زد میں ہو گا۔ اگنی ۲ کا تجربہ گذشتہ سال کے ایٹمی تجربات کے ۱۱ماہ بعد کیا گیا ہے۔

یہ میزائل بھارت کے مشرقی ساحلی علاقے اڑیسہ کی نئی ٹیسٹ لانچ سائٹ سے داغا گیا ہے۔ یہ میزائل جس کا وزن سولہ ٹن ہے اپنے پے لوڈ کے ساتھ ہدف پر گیارہ منٹ میں پہنچا۔ یہ میزائل جدید ترین کمیونیکیشن' نیوی گیشن اور گائیڈنس سسٹم سے لیس ہے۔ اس میزائل کی زد میں صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ چین کا بہت سا حصہ ایک طرف سے ایران اور قازقستان کے کچھ علاقے اور دوسری طرف سے تھائی لینڈ' کمبوڈیا' انڈونیشیا اور ملائشیا کے علاقے اس کی زد میں ہوں گے۔ بھارت کے وزیر اعظم واجپائی نے کہا ہے کہ میزائل کا تجربہ خالصتاً دفاعی نکتہ نظر سے کیا گیا ہے اور ان کا ملک کسی کے خلاف جارحانہ عزائم نہیں رکھتا۔

اگرچہ ہمارے وزیر داخلہ چوہدری شجاعت حسین نے درست کہا ہے کہ اعلانِ لاہور میں دھماکوں یا میزائل چلانے پر کوئی پابندی نہیں لگائی تھی۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اگنی ۲ فائر کرنے سے اعلانِ لاہور کی روح اگر کوئی تھی تو وہ قفس قرطاس سے پرواز کر گئی ہے۔ وہ مسکراہٹیں جو واہگہ بارڈر پر بکھیری گئیں تھیں وہ مصنوعی اور منافقانہ تھیں اور ہندو بنیا "بغل میں چھری اور منہ میں رام رام" کا تاریخی کردار حسب روایت خوبصورتی سے نبھا رہا تھا۔ اگرچہ عوام' دانشور' علماء یہاں تک کہ بیوروکریسی واجپائی کی اداکاری کو اچھی طرح جان اور پہچان رہی تھی لیکن ہمارے حکمران بلکہ صحیح تر الفاظ میں حکمران خاندان واجپائی کی ہر ادا پر بچھا جا رہا تھا۔ واجپائی نے اپنی تقریر میں کشمیر کے مسئلہ کا ذکر کیا تو ہمارے حاکم خوشی سے دیوانے ہو گئے اور خوب بغلیں بجائیں اور اُسے اپنی خارجہ حکمت عملی اور کشمیر پالیسی کا اعجاز قرار دیا اور یہ بڑہانکی کہ واجپائی پہلے وزیر اعظم ہیں جنہوں نے مسئلہ کشمیر کو تسلیم کیا ہے۔ بھارتی وزیر اعظم واجپائی نے بھارت پہنچ کر جس طرح کی

تجزیہ

بیان بازی کی اور اب جس طرح عالمی ردعمل کو ٹھکرا کر اگنی ۲ کا تجربہ کیا اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ بھارتی وزیر اعظم مسکراہٹیں بکھیر کر اور بغل گیر ہونے کیلئے بازو پھیلا کر ہمیں دھوکہ دے رہے تھے جبکہ ہم ان پر اعتبار کر کے اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے تھے۔

سوال یہ ہے کہ بھارت اپنے دفاعی بجٹ میں غیر متوازن اضافہ کر کے' دھماکے اور میزائل فائر کر کے کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ اگلی صدی سے نیو ورلڈ آرڈر کا نفاذ چاہتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے وہ دنیا کو کچھ حلقوں میں تقسیم کرنے کا پروگرام رکھتا ہے۔ خود وہ سپریم پاور کی حیثیت سے عالمی تھانیدار کا مقام حاصل کرنا چاہتا ہے اور ہر حلقے میں اپنا ایک نائب بنانا چاہتا ہے جو واحد سپریم پاور کی پالیسیاں اپنے اپنے حلقہ میں نافذ کرنے کا پابند ہو گا۔ بھارت جانتا ہے کہ اس حلقے میں وہ امریکہ کا انتخاب ہے اور یہی وہ حلقہ ہے جس میں نیو ورلڈ آرڈر کے راستے میں حائل ہونے والا بڑا ملک یعنی چین وقوع پذیر ہے' جو دور مار کرنے والے بیلسٹک میزائل بھی بنا رہا ہے اور اقتصادی طور پر بڑی تیزی سے ترقی بھی کر رہا ہے۔ بھارت جانتا ہے کہ اس علاقے میں اُسے چودھری بنانا امریکہ کی مجبوری ہے۔ پھر یہ کہ ایٹمی عدم پھیلاؤ کیلئے امریکہ اس وقت سرتوڑ کوشش کر رہا ہے۔ سی ٹی بی ٹی اور ایف ایم سی ٹی اور این پی ٹی یہ سب کچھ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ ایٹمی قوت کو چند ممالک تک محدود کر دیا جائے کیونکہ اس طرح کی پیش گوئیوں نے وائٹ ہاؤس کی نیندیں حرام کر دی ہیں کہ اگلی صدی میں ایٹمی ہتھیار دہشت گردوں کی رسائی میں ہوں گے۔

دنیا میں صرف پاکستان اور بھارت نے ابھی تک سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہیں کئے۔ پاکستان اس سلسلہ میں محض اقتصادی اور فوجی پابندیاں اٹھالینے پر دستخط کر دینے کی امریکہ کو یقین دہانی کر چکا ہے۔ لیکن بھارت امریکہ کی ان کمزوریوں سے (نیو ورلڈ آرڈر کا نفاذ اور ایٹمی عدم پھیلاؤ معاہدوں پر دستخط) بھرپور فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ وہ امریکہ پر ثابت کرنا چاہتا ہے کہ جب تک اس کے مطالبات تسلیم نہیں کئے جائیں گے وہ چین کے گھیراؤ اور ایٹمی عدم پھیلاؤ کی امریکی کوششوں کو کامیاب نہیں ہونے دے گا۔ راقم کی رائے میں بھارت اس وقت تک امریکہ سے کچھ اس طرح کے مطالبات کر رہا ہے۔ (۱) سلامتی کونسل کی مستقل سیٹ (۲) سپر کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی منتقلی (۳) پاکستان کو کشمیر میں مداخلت سے مکمل طور پر روک دینا (۴) بھارت کو ایٹمی قوت تسلیم کر کے ایٹمی کلب میں شامل کرنا۔

اگرچہ یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ ان سطور کی اشاعت سے پہلے ہی پاکستان اگنی ۲ کے تجربے کے جواب میں غوری ۲ کا تجربہ کر چکا ہو گا اور یہ قوم اور فوج کے مورال کو بلند رکھنے کیلئے انتہائی ضروری ہے لیکن اصل کام جس میں ہم بڑی کمزوری بلکہ غفلت مجرمانہ کا مظاہرہ کر رہے ہیں وہ ہے وزارت خارجہ کا علاقائی صورت حال سے غافل اور غیر متحرک ہونا۔ اندازہ کیجئے کہ جب سے امریکہ' پاک و ہند تعلقات کی بہتری میں دلچسپی لے رہا ہے اور کشمیر کے مسئلے پر دونوں ممالک کو مذاکرات پر مجبور کر رہا ہے جس کے نتیجے میں لیڈران کی طرف سے خیرسگالی

اُمہ جذبات کے نقلی یا اصلی اظہار تک بات پہنچ چکی ہے' اس
ہوئ وقت سے لے کر آج کے دن تک کتنے اہم چینی لیڈر
طریۂ پاکستان کا دورہ کر چکے ہیں لیکن پاکستان کی طرف سے کسی
بھی سطح پر چین کا دروہ کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ حالانکہ
نفلہ وزیر اعظم نواز شریف کو خود چین کا دورہ کرنا چاہئے تھا تاکہ
قائم امریکہ کو یہ پیغام ملتا کہ کشمیر یا ایٹمی مسئلہ پر اگر پاکستان کو
کی ت ضرورت سے زیادہ دبانے کی کوشش کی گئی تو وہ دوسرا
نہیں راستہ بھی اختیار کر سکتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ چینی
تنفیذ وزیر دفاع کی طرف سے دفاعی معاہدے کے اشارے کو
حکومہ بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ اگر پاکستان نے علاقائی
و دو مسائل کے حل کے معاملے میں امریکہ سے ہونے والے
تکیز مذاکرات پر چین کو اعتماد میں نہ لیا تو محض امریکہ پر بھروسہ
ینے کرنے سے پاکستان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ اگرچہ
سکے۔ وزیر اعظم پاکستان اگلے ہفتے سے اس روس کا دورہ کر رہے
ہیں جسے داخلی انتشار اور خوراک و ادویات کے قحط نے
مسئلہ کہیں کا نہیں چھوڑا۔

ضرور افغانستان پر امریکہ کے فضائی حملے اور کسووا کے مسئلہ
نص پر روس کے احتجاج کا امریکہ اور برطانیہ نے جس طرح
سم کو تمسخر اڑایا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ اب
ہے اَ روس کو کتنی اہمیت دیتا ہے!۔ یہاں اس بات کا ذکر یقیناً
نقائدسود مند ہوگا کہ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے نتیجہ میں
کے پُجو سوویت یونین کی معرفت معاہدہ تاشقند ہوا تھا' اس
ظہیر (معاہدے کے پس پردہ امریکی ذہن کار فرما تھا اور دونوں
تکفیر ممالک کے درمیان معاہدے کے لئے آگے بڑھنے کا فیصلہ
ی جا امریکی اشارے پر ہی کیا تھا۔ اس وقت بھی ایک طرف
ا فیصل روس کے دورے کی دعوت اچانک ملی ہے۔ اور دوسری
ہے یعطرف یاسر عرفات جو امریکہ کی غلامی دل و جان سے قبول
رے کر چکے ہیں' بھارت کے طے شدہ دورے کے بعد ہنگامی
سلام طور پر وزیر اعظم نواز شریف کو ملنے لاہور پہنچ گئے۔ اس
سینے ۂسے کچھ یوں محسوس ہوتا ہے کہ امریکہ اپنے ایجنڈے پر
یکر کمکمل درآمد کے سلسلے میں براہ راست کامیاب نہ ہوسکا تو وہ
کہ آ کچھ دوسرے ممالک یا شخصیات کو درمیان میں لائے گا۔

بوت عین ممکن ہے کہ امریکہ سمجھتا ہو کہ بھارت اس کی
بانی جابت روس کی بات کو زیادہ ترجیح دیتا ہے۔ یاسر عرفات
قانون کے بھی بھارتی لیڈروں سے گہرے ذاتی تعلقات ہیں۔
سرگر بہرحال امریکہ اس علاقے میں بھارت کی سرکردگی میں کچھ
لماء ممالک کا گروپ یا زون یا حلقہ قائم کرنا چاہتا ہے اور
گیا' بھارت اس سے دوہرا فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے تاکہ اسے
علاقے کی چودھراہٹ بھی مل جائے اور اُلٹا امریکہ سے اس
ناعتوالی قیمت بھی وصول کی جائے۔ ہماری وزارت خارجہ کے
رہے زر جمہروں کو مکمل طور چوکس رہنا چاہئے اور ایسے اقدام
نمن کرنے چاہئیں جن سے ہم آہستہ آہستہ امریکی چنگل سے
نل کر اپنی آزادی و خود مختاری کے تحفظ کے لئے علاقائی
ذتوں سے اپنے روابط میں اضافہ کر سکیں۔

خبرنامہ اسلامی امارت افغانستان

والئی کنڑ کی گاڑی کا بطور ایمبولینس استعمال

اسلامی امارت افغانستان کے قیام کے بعد صوبہ کنڑ کے ہر ضلع میں ایک ایک ہسپتال فعال بنادیا گیا ہے۔ یہ بات صوبہ کنڑ کے محکمہ صحت عامہ کے سربراہ ملا فضل ربی نے بتائی۔ انہوں نے کہا کہ جن ضلعوں میں ہسپتال' ڈاکٹر اور دوائی وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے کام معطل تھا ان میں بھی کام شروع ہو گیا ہے۔ ان تمام ہسپتالوں کا رابطہ مرکزی دفتر سے ہے جو کنڑ کے مرکز اسعد آباد میں ہے جس میں عملے کے افراد دن رات عوام کی خدمت کے لئے موجود ہیں۔ اس ہسپتال میں زنانہ اور مردانہ دونوں ڈاکٹر موجود ہیں۔ ہسپتال کی لیبارٹری فعال ہے اور ایمبولینس بھی موجود ہے اور ضرورت پڑنے پر والئی کنڑ ملا عبدالہادی کی گاڑی کو بھی بطور ایمبولینس استعمال کیا جاتا ہے۔

حکومت کے لئے کسی بلاک میں شمولیت کی ضرورت نہیں

افغانستان کے نائب وزیر خارجہ ملا عبدالجلیل نے بتایا کہ طالبان نے اللہ کے بھروسے پر کامیاب اسلامی نظام حکومت قائم کر کے پوری دنیا پر واضح کر دیا ہے کہ امریکہ و روس کی حمایت کے بغیر بھی حکومت چل سکتی ہے کسی ایک بلاک میں شمولیت ضروری نہیں۔ موجودہ دور میں امریکی یا روسی حمایت کے بغیر حکومت قائم رکھنا ناممکن سمجھا جاتا ہے لیکن طالبان نے اس باطل تصور کو رد کر دیا ہے۔ امریکہ اور اس کے حواریوں کی بھرپور مخالفت کے باوجود اللہ کے فضل سے طالبان حکومت مستحکم ہے۔

عشق آباد مذاکرات مسعود کی باقاعدہ خفیہ درخواستوں پر ہوئے

عشق آباد مذاکرات کے حوالے سے ملکی و غیر ملکی اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ میں جو کچھ نشر ہوتا رہا ہے ہمارے اکثر قارئین اس کے حقیقی پس منظر سے ناواقف ہیں۔ تفصیلات کے مطابق عشق آباد مذاکرات درحقیقت مسعود کی درخواست پر ہوئے۔ احمد شاہ مسعود ان مذاکرات سے سیاسی فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے طالبان سے رابطہ کر کے کہا تھا کہ میں آپ کو تسلیم کرتا ہوں لیکن میری صرف عزت و آبرو کا خیال رکھنا۔ جب ہم نے ان کے ساتھ بات چیت کی تو مسعود نے بات چیت سے سیاسی فائدہ اٹھایا۔ حضرت امیر المؤمنین کے نام متعدد خفیہ پیغامات بھیجے جن میں کہا گیا کہ وہ تسلیم کرنا چاہتا ہے لیکن اس انداز میں کہ اس کی ساکھ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اگرچہ مسعود کی اس درخواست کے بارے میں پہلے ہی یہ باور کیا جا رہا تھا کہ اس میں اس کی کوئی ذاتی غرض ہو گی تاہم طالبان کی کوشش رہی کہ جس حد تک ہو سکے جنگ کے بغیر مسائل کو حل کیا جائے' اپنے اسی نظریہ کے تحت طالبان نے عشق آباد مذاکرات میں حصہ لیا۔

سرکاری کام کا آغاز قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر سے!

ہمارے سرکاری اہلکار صبح حاضری کے وقت سرکاری فرائض کی انجام دہی کی ابتداء قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ روز مرہ کے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ صوبہ ننگرہار میں ٹریفک پولیس کے سربراہ ملا محمد نسیم منیب نے کہا کہ ہم تمام فرائض منصبی اسلامی امارت کے نافذ کردہ اسلامی قوانین و مقررات کے مطابق ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ صوبہ ننگرہار میں ٹریفک ادارے کو مزید فعال بنادیا گیا ہے۔ ہمارے پولیس اہلکار وسائل سے لیس ہو کر ایمانداری سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سابقہ آمدنی کی نسبت تقریباً ستر فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اہم سرحدی شہر ہونے کے باوجود جلال آباد میں ٹریفک حادثات نہ ہونے کے برابر ہیں۔

مزدور طالب علم کا مدرسہ میں دوبارہ داخلہ

طالبان نے نصف قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد گھریلو حالات کمزور ہونے کی بنا پر تعلیم چھوڑ کر مزدوری کرنے والے ایک طالب علم کا بیت المال سے وظیفہ جاری کر کے دوبارہ مدرسہ میں حفظ قرآن کے لئے داخل کر دیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق کابل کا طالب علم محمد یوسف زیر تعمیر جامعہ عمر میں ۲ ماہ سے مزدوری کر رہا تھا۔ طالبان حکام کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس کو مزدوری چھڑا کر فوراً مدرسہ میں داخل کر دیا۔ اس کے گھریلو حالات معلوم کرنے کے بعد بیت المال سے اس کی کفالت کی جا رہی ہے۔

ڈاکٹر طاہر القادری کے نام امیر تنظیم اسلامی کا مکتوب

جو ۶/اپریل کو ارسال کیا گیا لیکن جس کے جواب کا تاحال انتظار ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۳۶۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور

۶/اپریل ۱۹۹۹ء

محترمی برادرم علامہ طاہر القادری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ —— امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔

آپ کے ۲۶/ مارچ کے خطاب جمعہ کی جو رپورٹ اخبارات میں شائع ہوئی ہے اس میں ایک تو آپ کی یہ رائے واضح طور پر سامنے آئی ہے کہ "اسلام پریشر پالیٹکس نہیں بلکہ پاور پالیٹکس دیتا ہے" —— جس کا تعلق "منہاجِ محمدیؐ" کے بارے میں آپ کے مطالعے اور غور و فکر کے حاصل سے ہے —— اور جس کا ابتدائی اور اجمالی اظہار آپ کے اتوار ۲۱/ مارچ کے خطاب بہ منہاجِ محمدیؐ کانفرنس میں بھی ہو گیا تھا —— تاہم اس معاملے میں تو ابھی افہام و تفہیم کی گنجائش ہے۔ اور اس کے ضمن میں آپ کی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی تجویز —— بلکہ اس کے میزبان اول ہونے کی پیشکش —— کو میں نے شکریے کے ساتھ قبول کر لیا تھا' اور آخر میں یہ بھی عرض کیا تھا کہ اب گیند آپ کے کورٹ میں ہے' —— میں منتظر رہوں گا کہ آپ کب اس کی دعوت دیتے ہیں۔

لیکن ۲۶ / مارچ کے خطاب جمعہ کی رپورٹ میں ایک دوسری حتمی بات بھی آپ کی جانب منسوب کی گئی اور وہ یہ ہے کہ "ہم کسی خالص مذہبی یا دینی اتحاد میں شامل نہیں ہوں گے!" یہ عریضہ اصلاً اسی کی توثیق یا تردید کے حصول کے لئے ارسال خدمت ہے۔ اگر تو یہ آپ کا واقعی حتمی فیصلہ ہے تو اس کا مطلب تو یہ ہے کہ پھر ہم اس قسم کے کسی اتحاد میں شمولیت کی دعوت اور اس کے ضمن میں سلسلۂ جنبانی میں نہ آپ کو زحمت دیں نہ اپنا وقت ضائع کریں اور اگر یہ رپورٹنگ کی غلطی ہے تو بھی بات واضح ہو جائے —— بہر صورت اس ضمن میں آپ کی واضح تردید یا توثیق جلد از جلد مطلوب ہے۔

رہا منہاجِ محمدیؐ کے بارے میں علمی گفت و شنید اور تبادلۂ خیال کا معاملہ تو وہ اپنی جگہ مستقل اہمیت کا معاملہ ہے —— اس میں میری جانب سے ہرگز کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی! فقط

والسلام مع الاکرام!

ڈاکٹر اسرار احمد

بقیہ : دعوتِ فکر

مقاطعہ ہوتا ہے۔ یہی صورتحال رسومات و بدعات سے پرہیز کے نتیجہ میں بھی سامنے آتی ہے۔ معیشت کو حرام سے پاک کرتا ہے تو کاروبار سمیٹنا پڑتا ہے' ملازمت میں دشواری پیش آتی ہے اور فقر و فاقہ کی نوبت آتی ہے۔ سیاسی سطح پر بھی تحریک کے کارکن اہل اقتدار سے نبرد آزما نظر آتے ہیں جس کے نتیجے میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں اور ظلم و جبر بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔

اب آیئے مدنی دور کے حالات سے موجودہ تحریکوں کا موازنہ کرتے ہیں۔ پہلے اسلامی تحریک کی حیثیت "الجماعہ" کی تھی لہٰذا جن مرحلوں سے وہ گذری' آج کی تحریکیں ان سے نہیں گذر سکتیں کیونکہ ان کی حیثیت الجماعہ کی نہیں۔ البتہ اقدام کا ایک وسیع میدان ان کے سامنے موجود ہے اور وہ ہے نیکی کے فروغ اور برائی کے خاتمہ کا اقدام۔ مسلح تصادم کے متبادل کئی صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً:

۱) مذہبی سیاسی جماعتیں انتخابی طریقۂ کار کو اس کا متبادل سمجھتی ہیں۔ لہٰذا وہ اقتدار کی کشمکش میں شریک ہیں۔ لیکن جب نتائج پر نظر ڈالی جاتی ہے تو یہ جماعتیں ہمیں ع "راہی پشت بمنزل" کی مانند نظر آتی ہیں اور کامیابی کے حصول کے لئے ان جماعتوں کو "حکمت عملی" کے نام پر اپنے بعض اصولوں کی قربانی بھی دینا پڑی ہے۔

۲) ایک اسلامی تحریک وہ بھی ہے جو انتخابات میں حصہ لینے کو سرے سے حرام قرار دیتی ہے۔ لیکن یہ تحریک ملک کے ایک مخصوص علاقے تک محدود ہے اور انہوں نے ایک موقع پر اقدام کا مرحلہ بھی عبور کرنا چاہا۔ جس کے نتیجے میں حکومت کی طاقت کے آگے انہیں زک اٹھانی پڑی۔ تاہم اس تحریک کا اپنے مخصوص علاقے میں کافی اثر ہے اور اب اس کے قائدین اسے ملکی سطح پر پھیلانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

۳) ایک تحریک وہ بھی ہے جو انقلابی نعرے کے ساتھ اٹھی تھی لیکن بعد ازاں وہ انتخابات میں بری طرح پسپائی کے نتیجے میں انتخابی سیاست سے دست کش ہو کر تعلیمی انقلاب کے نعرے لگانے لگی۔ لیکن پھر نہ جانے کیا ہوا کہ حالیہ دنوں میں وہ دوبارہ انتخابی سیاست کے اکھاڑے میں کود پڑی ہے۔

انقلابی جماعتوں میں سے ایک جماعت وہ بھی ہے جس نے مذکورہ بالا کانفرنس کا اہتمام کیا جو مسلح تصادم کے متبادل کے طور پر غیر مسلح بغاوت کا طریقۂ کار پیش کرتی ہے جس کی ایک عمدہ مثال ایرانی انقلاب ہے جہاں لوگوں نے حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھانے کی بجائے مظاہروں اور دھرنوں وغیرہ میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے انقلاب برپا کیا۔ لیکن وطن عزیز میں مذہبی تفریق کے نتیجہ میں فرقہ وارانہ تصادم کو وہ عروج حاصل ہوا ہے کہ الامان و الحفیظ۔ ایسی صورت میں ایران کی مثال کو اپنے ملک پر منطبق کرنا کس حد تک درست ہے' یہ ایسے اہل علم ہی بتا سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عقل و دانش سے نوازا ہے اور وہ عالمی حالات پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ البتہ ایک بات واضح ہے کہ ملک میں جب تک ایک مرکزی دینی قیادت ابھر کر سامنے نہ آجائے کسی انقلاب کا تصور بھی محال ہے۔ متحدہ اسلامی محاذ اللہ کرے قائم ہو لیکن اس کے لئے ایک مرکزی قیادت اور ایک متفقہ لائحہ عمل ناگزیر ہے۔ لیکن منہاجِ محمدیؐ کانفرنسیں منعقد کرنے والوں نے دیکھ لیا ہے کہ ان تمام کانفرنسوں کے شرکاء نے مختلف موضوعات پر گفتگو تو کی ہے لیکن منہاجِ محمدیؐ پر گفتگو سے گریز ہی کیا ہے۔ جب صورتحال یہ ہو تو اسلامی انقلاب کی توقع رکھنا یا تو ان مردان خدا کا کام ہے جو غیر معمولی عزیمت کے حامل ہوں یا پھر خوابوں کی دنیا میں رہنے والوں کا۔ بہرحال عوام کی تو یہی خواہش ہے کہ تمام دینی جماعتیں متحد ہو کر اسلامی انقلاب کی جدوجہد کا آغاز کریں جس کے نتیجے میں موجودہ ظالمانہ اور استحصالی نظام سے انہیں چھٹکارہ حاصل ہو۔

مسجد نبوی (ﷺ) کے پہلے شہید

—— تحریر : عبدالرشید عراقی ——

امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب ؓ قبیلہ قریش کی شاخ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ آٹھویں پشت پر آپ کا شجرہ نسب نبی کریم ﷺ سے جاملتا ہے۔ حضرت عمرؓ مشہور روایت کے مطابق ہجرت نبوی سے ۴۰ برس قبل پیدا ہوئے۔ جب ان کی عمر ۲۷ سال ہوئی تو مکہ معظمہ میں آفتاب رسالت طلوع ہوا، یعنی پیغمبر آخرالزماں محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ تاریخ اسلام میں مشہور و معروف ہے۔ آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلے۔ مگر اُلٹے اسیر یعنی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اور اسیر کیوں نہ ہوتے آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی تھی کہ :

"اے اللہ اسلام کی مدد ابو جہل (عمرو بن ہشام) یا عمر بن خطاب کے ذریعہ فرما"۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی دعا قبول ہوئی اور حضرت عمر بن خطابؓ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ جب حضرت عمر فاروقؓ نے اسلام قبول کیا تب تک ۴۰۔۵۰ آدمی اسلام لائے تھے۔ حضرت عمر ؓ کے اسلام لانے سے حالات دفعتاً بدل گئے۔ ان کے اسلام لانے سے مسلمان اپنے فرائض مذہبی اعلانیہ ادا کرنے لگے جو پہلے نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں :

"جب عمر ؓ اسلام لائے تو قریش سے لڑے۔ یہاں تک کہ کعبہ میں نماز پڑھی اور ان کے ساتھ ہم لوگوں نے بھی پڑھی۔"

بیعت عقبہ کے بعد ہجرت مدینہ ہوئی۔ صحابہ کرام ؓ نے چھپ کر مدینہ ہجرت کی یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے بھی چھپ کر ہجرت کی۔ لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے اعلانیہ ہجرت کی۔ ہجرت سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا۔ مقام ابراہیم پر نماز ادا کی اور سرداران قریش، جو اس وقت خانہ کعبہ میں موجود تھے، سے مخاطب ہو کر فرمایا :

"میں ہجرت کر کے مدینہ جا رہا ہوں۔ جو شخص اپنے پیچھے ماں کو روتا چھوڑنا چاہتا ہے یا اپنے بچوں کو یتیم کرنا چاہتا ہے یا اپنی بیوی کو بیوہ کرنا چاہتا ہے وہ میرا پیچھا کرے"۔

سرداران قریش نے خاموشی اختیار کی اور کسی کو بھی بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔

مدینہ ہجرت کے بعد رمضان ۲ ہجری میں اسلام اور کفر کے درمیان پہلا معرکہ ہوا جو تاریخ اسلام میں معرکہ بدر کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ اس جنگ میں شریک ہوئے اور اپنی بہادری اور شجاعت کے خوب جوہر دکھائے۔ اس کے بعد جو جنگیں اسلام اور کفر کے درمیان ہوئیں یعنی جنگ احد، جنگ خندق، واقعہ حدیبیہ، غزوہ خیبر، غزوہ حنین، فتح مکہ، غزوہ جیش العسرہ (غزوہ تبوک) ان سب میں حضرت عمر ؓ شریک ہوئے۔ ۱۲/ ربیع الاول ۱۱ ہجری دوشنبہ کے دن آنحضرت ﷺ نے وصال فرمایا تو ابوبکر صدیق ؓ خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی مدت خلافت سوا دو برس ہے۔ ان کا انتقال ۳۰ جمادی الثانی ۱۳ ہجری کو ہوا۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنی زندگی میں ہی حضرت عمر فاروق ؓ کو اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ حضرت عمر فاروق ؓ میں قوت فیصلہ، مستقل مزاجی، اصابت رائے بدرجہ اتم موجود ہے۔ حضرت عمر ؓ کی نامزدگی ایک طرح سے حکمت الٰہی کی مظہر تھی۔ آپؓ نے اسلام کے مقاصد اولین کو اور خلافتِ نبوی کے بار کو جس خوبی سے نبھایا اس کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی۔ ممتاز شیعہ قانون دان جسٹس سید امیر علی لکھتے ہیں :

"حضرت عمر ؓ کی خلافت بڑی اہمیت کی حامل اور اسلام کیلئے بڑی قوت بخش تھی۔ حضرت عمرؓ اخلاقی لحاظ سے ایک صاحب کردار انسان تھے۔ مزاج میں پختگی اور فطرت میں نرمی تھی۔ عدل و انصاف کے معاملہ میں ٹھوس اور اصول پسند تھے۔ سیرت کی پختگی اور قوت عمل میں بے نظیر تھے"۔ (المرتضیٰ، سید ابوالحسن علی ندوی ص:۱۶۵)

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا۔ ایران، شام، عراق، فلسطین اور اطراف افریقہ کے کئی ممالک اسلامی قلمرو میں شامل ہوئے۔ سرولیم میور لکھتا ہے :

"اسلامی سلطنت میں رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت عمرؓ عظیم تر انسان تھے۔ ان کی ثابت قدمی اور ذہانت کا یہ ثمر تھا کہ ان دس برسوں میں انہوں نے شام، مصر اور فارس کو اسلامی طاقت کے آگے سرنگوں کر دیا اور اس وقت سے آج تک یہ ممالک اسلام کے تابع ہیں"۔ (المرتضیٰ، ص ۱۲۶)

شہادت

حضرت عمرؓ کا اصول تھا کہ وہ کسی بالغ ذمی (جزیہ دینے والے غیر مسلم) کو مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ نے، جو ایک جلیل القدر صحابی تھے اور اس وقت کوفہ کے گورنر تھے، اپنے ایک غلام، جو ایرانی الاصل اور مجوسی المذہب تھا اور مختلف کام جانتا تھا، کے لئے اجازت طلب کی کہ وہ مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کر سکے۔ حضرت عمر ؓ نے اجازت دے دی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ اپنے اس غلام، جس کا نام ابو لولو فیروز تھا، سے روزانہ چار درہم لیتے تھے۔ فیروز نے ایک دن حضرت عمر فاروق ؓ سے شکایت کی کہ مجھ سے مغیرہ بن شعبہ ؓ روزانہ چار درہم لیتے ہیں اور یہ زیادہ ہیں ان میں کمی کروا دیجئے۔ حضرت عمر ؓ نے جب اس سے اس کے کام کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے مختلف کام بتائے کہ میں یہ کام کر سکتا ہوں۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ چار درہم روزانہ تمہارے کاموں کے مقابلہ میں زیادہ نہیں ہیں۔ جاؤ اپنا کام کرو اور اپنے مالک کے حق خدمت میں خدا سے ڈرو۔ ابو لولو فیروز حضرت عمر ؓ کا یہ جواب سن کر ناراض ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے ایک دو دھاری خنجر تیار کیا اور اس کو زہر میں بجھایا۔ فیروز یہ خنجر ایران کے قدیم سردار ہرمزان کے پاس لے گیا اور اس سے کہا یہ خنجر کیسا رہے گا۔ ہرمزان نے کہا اس خنجر کی کاٹ سے کوئی زندہ نہیں بچ سکتا۔

۲۶ ذی الحج ۲۳ ہجری کو حضرت عمر فاروق ؓ نماز فجر کی امامت کے لئے مسجد نبوی ﷺ میں آگے بڑھے تو ابو لولو فیروز، جو پہلے ہی وہاں چھپا تھا، نے آپ پر چھ وار کئے۔ ایک وار ناف کے نیچے لگا۔ حضرت عمر ؓ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف ؓ کو نماز کے لئے آگے کیا اور خود زخمی حالت میں زمین پر گر گئے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف ؓ نے مختصر نماز پڑھائی اور اس کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ کو زخمی حالت میں گھر لے جایا گیا اور آپ نے دریافت کیا کہ میرا قاتل کون تھا لوگوں نے جواب دیا ابو لولو فیروز۔ اور اس نے کئی افراد کو بھی زخمی کیا ہے اور خودکشی کر لی ہے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا۔ "اللہ کا شکر ہے کہ میرا قاتل ایسا شخص نہیں ہے جس نے کبھی ایک سجدہ کیا ہو اور قیامت کے روز مجھے اس سجدہ کا حوالہ دے کر بحث کرے۔ یہ عربوں کا کام نہیں"۔ اس کے بعد حضرت عمر ؓ نے اپنے فرزند عبداللہ بن عمر ؓ کو طلب

کیااور ان سے فرمایا کہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ ان کو میرا سلام کہنے کے بعد میری طرف سے یہ پیغام پہنچاؤ کہ عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہونے کے لئے جگہ مل جائے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو وہ اس وقت رو رہی تھیں اور جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلام اور پیغام سنایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا :

"یہ جگہ میں نے اپنے لئے محفوظ کر رکھی تھی مگر میں آج اپنے اوپر عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں"۔

حضرت عبداللہ بن عمر واپس آگئے اور اپنے والد محترم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی خواہش پوری ہو گئی ہے۔ فرمایا الحمد للہ میرے لئے اس خواب گاہ سے بڑھ کر کوئی بات قابل اہمیت نہ تھی۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب میری وفات ہو جائے تو میری نعش چارپائی پر لے جانا اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوبارہ اجازت طلب کرنا۔ اگر اجازت دے دیں تو بہتر ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ چنانچہ جب نعش لے جائی گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ اجازت دے دی اور حضرت عمرؓ کو رسول اللہ ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

۲۶ ذی الحج ۲۳ ہجری کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ تین دن بعد انتقال فرمایا اور یکم محرم ۲۴ ہجری کو مدفون ہوئے عمر ۶۳ سال تھی۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے قبر میں اُتارا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فرمایا :

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی موت سے اسلام میں ایک ایسا شگاف پڑ گیا ہے جو قیامت تک پر نہیں کیا جا سکے گا"۔ (المرتضیٰ ص:۱۸۶)

سید امیر علی لکھتے ہیں :

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ایک سخت ترین نقصان اور اسلام کے لئے بہت بڑا حادثہ تھا"۔

فیروز والا حلقہ خواتین کا درس قرآن

۸ / اپریل کو سہ پہر ۴ بجے اسرہ فیروز والا کے زیر اہتمام خواتین کے لئے ماہانہ درس قرآن کی محفل منعقد کی گئی۔ حلقہ خواتین، تنظیم اسلامی کی ناظمہ علیا اور دیگر خواتین رہنماؤں نے خطابات کئے۔

سوہدرہ میں "مرکز الہدیٰ" کا قیام

"مرکز الہدیٰ" کے قیام کا مقصد وزیر آباد سے ۵ کلو میٹر کے فاصلے پر سوہدرہ کے نزدیک نوجوانوں کی ایک ایسی کھیپ تیار کرنا ہے جو تعلیم و تربیت اور تزکیہ نفس کے مراحل طے کر کے اعلاءِ کلمۃ اللہ کی جدوجہد میں ممد و معاون ثابت ہوں۔ ان کی دنیا ہی نہیں بلکہ آخرت بھی سنور جائے اور وہ فوز و فلاح اور رضائے رب کے مستحق ٹھہریں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ان شاء اللہ "مرکز الہدیٰ" کے تحت علمی، تربیتی اور دینی و ثقافتی پروگرام بھی ترتیب دیئے جائیں گے، جن کی تفصیل درج ذیل ہیں :

① <u>شعبہ حفظ</u> : جس میں ایسے حافظ قاری حضرات جو تجوید اور صرف و نحو پر عبور رکھتے ہوں، جو فرائض دینی کے جامع تصور سے بخوبی آگاہ ہوں اور جن کی زندگی کا مقصد اقامت دین کی جدوجہد اور نصب العین "رضائے رب" ہو، طلبہ کو قرآن پاک حفظ کرائیں گے۔

② <u>شعبہ ناظرہ</u> : یہ "شعبہ حفظ" کے تحت کام کرے گا۔ یہاں حفظ سے پہلے تجوید کی ضروری واقفیت کرائی جائے گی اور ان شاء اللہ پندرہ دن کے اندر طالب علم اس قابل ہو جائے گا کہ حفظ شروع کر دے۔ علاوہ ازیں طلبہ کو فضائل قرآن کی چند احادیث ابتداء میں حفظ کرائی جائیں گی۔

③ <u>شعبہ حفظ میں داخلہ</u> : شعبہ حفظ میں داخلہ کے لئے مڈل پاس طلبہ لئے جائیں گے۔ (ہاسٹل میں محدود تعداد کا انتظام ہے لہذا بیرونی طلبہ کو ترجیح دی جائے گی) البتہ مقامی پرائمری پاس طلبہ بھی داخلہ لے سکیں گے جنہیں ہاسٹل مہیا نہیں کیا جائے گا۔

④ <u>ہائی سکول ایجوکیشن</u> : حفظ قرآن سے فارغ طلبہ کو قریبی مقامی گورنمنٹ ہائی سکول میں داخلہ دلایا جائے گا۔ البتہ وہ طالب علم جو حفظ پر عبور نہ رکھتے ہوں گے۔ انہیں تجوید کے ساتھ ناظرہ قرآن مجید پڑھایا جائے گا اور فوری نویں کلاس میں داخلہ دلوایا جائے گا تاکہ وقت کا ضیاع نہ ہو۔ ان طلبہ کی سکول کی تعلیم مرکز الہدیٰ کے سٹاف کے زیر نگرانی ہو گی۔

⑤ <u>دیگر تربیتی پروگراموں کی تفصیل</u> : نصاب کے علاوہ ہر پندرہ دن بعد قرآن کوئز اور سیرت کوئز پروگرام ہوا کرے گا۔ ہر طالب علم کو اذان کی تعلیم اور نماز پڑھانے یعنی امامت کا عملی موقع دیا جائے گا۔ طلبہ کو منصوص، مسنون اور ماثور دعائیں حفظ کرائی جائیں گی۔

علاوہ ازیں سیرت صحابہؓ کا مطالعہ، میٹرک کی تیاری کے لئے روزانہ نویں جماعت کی انگلش کا ایک پیریڈ، اسلامی آداب زندگی کا مطالعہ، ٹیکنالوجی کی معلومات میں اضافے کے لئے ہر تین ماہ بعد کسی گورنمنٹ انسٹیٹیوٹ کا دورہ اور ہر چھ ماہ بعد حسن قراءت کے مقابلے منعقد ہوا کریں گے۔ اسی طرح سال میں ایک پروگرام DEBATE کا ہوا کرے گا تاکہ طلبہ میں تحریر و تقریر کی صلاحیت اجاگر ہو۔

⑥ <u>نمایاں خصوصیات</u> : طلبہ کی فزیکل ٹریننگ، میڈیکل چیک اپ، ہاسٹل میں مقیم طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام، فریضہ دعوت و تبلیغ کی ادائیگی کے لئے ماہانہ دو روزہ دعوتی پروگرام، سالانہ قرآن کانفرنسیں اور مختلف کتب و رسائل پر مشتمل آڈیو / ویڈیو کیسٹ لائبریری کا ہونا مرکز الہدیٰ کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

نوٹ : داخلے بارہ (۱۲) اپریل سے شروع ہو گئے ہیں۔

برائے رابطہ : مرکز الہدیٰ
نزد کسان آئل ملز، سوہدرہ، سیالکوٹ روڈ، تحصیل وزیر آباد، ضلع گوجرانوالہ، پاکستان
فون : 692253۔692254(0437)

اصلاح کرنے والے عناصر

—— تحریر : سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ ——

وہ چیزیں، جن کی بدولت انسانی زندگی بنتی اور سنورتی ہے، چار عنوانات کے تحت تقسیم ہوتی ہیں۔

۱) خدا کا خوف

جو آدمی کو برائیوں سے روکنے اور سیدھا چلانے کے لئے ایک قابلِ اعتماد ضمانت ہے۔ راست بازی، انصاف، امانت، حق شناسی، ضبطِ نفس اور وہ تمام دوسری خوبیاں جن پر ایک پر امن اور ترقی پذیر تمدن و تہذیب کی پیدائش کا انحصار ہے، اسی ایک تخم سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگرچہ بعض دوسرے عقیدوں کے ذریعے سے بھی کسی نہ کسی حد تک انہیں پیدا کیا جاسکتا ہے، جس طرح مغربی قوموں نے کچھ نہ کچھ اپنے اندر پیدا کیا ہے، لیکن ان ذرائع سے پیدا کی ہوئی خوبیوں کی نشوونما بس ایک حد پر جا کر رک جاتی ہے اور اس حد میں بھی ان کی بنیاد متزلزل ہی رہتی ہے۔ صرف خدا ترسی ہی وہ پائیدار بنیاد ہے جس پر انسان کے اندر برائی سے رکنے اور بھلائی پر چلنے کی صفت مضبوطی کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ اور محدود پیمانے پر نہیں بلکہ نہایت وسیع پیمانے پر تمام انسانی معاملات میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔

۲) خدائی ہدایت کی پیروی

جو انسان کے شخصی، اجتماعی، قومی اور بین الاقوامی رویے کو اخلاق کے مستقل اصولوں کا پابند کرنے کی ایک ہی صورت ہے۔ جب تک انسان اپنے اخلاقی اصولوں کا خود واضع اور منصف رہتا ہے اس کے پاس باتیں بنانے کے لیے کچھ اور اصول ہوتے ہیں اور عمل میں لانے کے لیے کچھ اور۔ کتابوں میں آبِ زر سے وہ ایک اصول لکھتا ہے اور معاملات میں اپنے مطلب کے مطابق بالکل دوسری ہی قسم کے اصول برتتا ہے۔ دوسروں سے مطالبہ کرتے وقت اس کے اصول کچھ ہوتے ہیں اور خود معاملہ کرتے وقت کچھ۔ موقع، مصلحت، خواہش اور ضرورت کے دباؤ سے اس کے اصول ہر آن بدلتے ہیں۔ وہ اخلاق کا اصل محور "حق" کو نہیں بلکہ "اپنے مفاد" کو بناتا ہے۔ وہ اس بات کو مانتا ہی نہیں کہ اس کے عمل کو حق کے مطابق ڈھلنا چاہیے۔ اس کے بجائے وہ چاہتا ہے کہ حق اس کے مفاد کے مطابق ڈھلے۔ جس کی بدولت افراد سے لے کر قوموں تک سب کا رویہ غلط ہو جاتا ہے اور اسی سے دنیا میں فساد پھیلتا ہے۔ اس کے برعکس جو چیز انسان کو امن، خوشحالی اور فلاح و سعادت بخش سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اخلاق کے کچھ ایسے اصول ہوں جو کسی کے مفاد کے لحاظ سے نہیں بلکہ حق کے لحاظ سے بنے ہوئے ہوں اور انہیں اٹل مان کر تمام معاملات میں ان کی پابندی کی جائے، خواہ وہ معاملات شخصی ہوں یا قومی، خواہ وہ تجارت سے تعلق رکھتے ہوں یا سیاست اور صلح و جنگ سے۔ ظاہر ہے کہ ایسے اصول صرف خدائی ہدایت ہی سے ہمیں مل سکتے ہیں اور ان پر عمل درآمد کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ انسان کے اندر ردوبدل کے اختیار سے دست بردار ہو کر انہیں واجب الاتباع تسلیم کرلے۔

۳) نظامِ انسانیت

جو شخصی، قومی، نسلی اور طبقاتی خود غرضیوں کے بجائے تمام انسانوں کے مساوی مرتبے اور مساوی حقوق پر مبنی ہو۔ جس میں بے جا امتیازات نہ ہوں۔ جس میں اونچ نیچ، چھوت چھات اور مصنوعی تعصبات نہ ہوں۔ جس میں بعض کے لیے مخصوص حقوق اور بعض کے لیے بناوٹی پابندیاں اور رکاوٹیں نہ ہوں۔ جس میں سب کو یکساں پھولنے پھلنے کا موقع ملے۔ جس میں اتنی وسعت ہو کہ روئے زمین کے سارے انسان اس میں برابری کے ساتھ شریک ہو سکتے ہوں۔

۴) عملِ صالح

یعنی خدا کی دی ہوئی قوتوں اور اس کے بخشے ہوئے ذرائع کو پوری طرح استعمال کرنا اور صحیح استعمال کرنا۔

یہ چار چیزیں ہیں جن کے مجموعے کا نام "بناؤ" اور "اصلاح" ہے اور ہم سب کی بہتری اس میں ہے کہ ہمارے اندر نیک انسانوں کی ایک ایسی تنظیم موجود ہو جو بگاڑ کے اسباب کو روکنے اور بناؤ کی ان صورتوں کو عمل میں لانے کے لیے پیہم جدوجہد کرے۔ یہ جدوجہد اس ملک کے باشندوں کو راہِ راست پر لانے میں کامیاب ہوگئی تو خدا ایسا بے انصاف نہیں ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنی زمین کا انتظام اس کے اصلی باشندوں سے چھین کر کسی اور کو دے دے۔ لیکن اگر خدانخواستہ یہ ناکام ہوئی تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا، آپ کا اور اس سرزمین کے رہنے والوں کا کیا انجام ہوگا۔

ہمارا مطالبہ ہماری اپیل
دستورِ خلافت کی تکمیل

بحضورِ ختمی مرتبتؐ

—— حافظ لدھیانوی ——

نبی کے عشق میں جو آنکھ نم ہے نگاہِ شوق میں وہ محترم ہے
اسے حاصل ہے معراجِ سیادت جبیں اس آستاں پر جس کی خم ہے
غلامِ سیدِ کونین ہوں میں خدائے پاک کا مجھ پر کرم ہے
میں دُنیا کی حقیقت جانتا ہوں مرے پیشِ نظر راہِ عدم ہے
خدایا خاتمہ ایمان پر ہو بھروسہ زندگی کا کوئی دم ہے
نگاہوں میں ہیں جلوے روشنی کے مری آنکھوں میں تنویرِ حرم ہے
حضوری میں یہ کیفیت ہے سب کی دِلوں میں درد ہے اور چشم نم ہے
میں محبوبِ خدا کا ہوں ثنا گو زمانے میں مرا اِس سے بھرم ہے
سجھاتا ہے وہی حافظ کو مضموں
جو مصروفِ ثنا اس کا قلم ہے

پاکستان کی دینی جماعتیں اور اسلامی انقلاب

تنظیم کے زیر اہتمام منعقدہ منہاجِ محمدیؐ کانفرنسوں کے حوالے سے ایک جائزہ

—— تحریر : محمد سمیع ' کراچی ——

گذشتہ دنوں کراچی شہر میں منہاجِ محمدیؐ کے عنوان سے ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس کا مقصد یہ بتایا گیا کہ مختلف مکاتب فکر کے علماء اور جماعتوں کے قائدین مل جل کر اُسوہ حسنہؐ کی روشنی میں ایک متفقہ طریقۂ کار تک پہنچیں تاکہ ایک متحدہ اسلامی محاذ کے قیام کی صورت میں اس طریقۂ کار پر عمل پیرا ہوا جائے۔ جب ہم نبی اکرمؐ کی سیرت پر اس حوالے سے نگاہ ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ کی حیات مبارکہ کے دو ادوار ہیں۔ ایک ہجرت سے قبل کا مکی دور اور دوسرا ہجرت کے بعد کا مدنی دور۔ نبی اکرمؐ نے تن تنہا دین کی دعوت کا آغاز فرمایا۔ اس کی تدریج اس طرح تھی کہ پہلے آپؐ نے دعوت کا آغاز اپنے اعزا و اقربا سے فرمایا۔ یہ گویا قرآن کریم کی اس ہدایت کے مطابق تھا کہ "آپؐ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں" بعد ازاں قرآن کریم کی اس ہدایت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کہ "جس بات کا آپؐ کو حکم دیا گیا ہے اس کا اعلان ڈنکے کی چوٹ پر کریں" آپؐ نے صفا کی پہاڑی سے دین کی دعوت کا اعلان فرمایا۔ جن لوگوں نے اس دعوت کو قبول کیا' انہیں منظم فرمایا' ان کی تربیت فرمائی اور کفار و مشرکین کے تشدد کو جھیلنے اور اپنے موقف پر ڈٹے رہنے کا خوگر بنایا۔ بعد ازاں' اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملنے پر پہلے عام مسلمانوں کو ہجرت کا حکم فرمایا بعد ازاں آپؐ نے خود بھی ہجرت فرمائی۔ گویا کہ مکی دور میں اسلامی تحریک نے دعوت' تنظیم' تربیت اور صبر کے مراحل طے کئے۔

اب آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ مدنی دور میں کیا ہوا۔ وہاں آپؐ کی تشریف آوری بے تاج بادشاہ کی حیثیت سے ہوئی۔ آپؐ نے پہلے مہاجرین و انصار میں مواخات یعنی برادری کا رشتہ قائم فرمایا۔ اہل مکہ کے تجارتی قافلے مدینہ کے قرب و جوار سے گذرتے تھے۔ لہٰذا ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لئے آپؐ نے چھوٹی عسکری ٹیمیں روانہ فرمائیں۔ مدینہ کے آس پاس کے قبائل سے معاہدے فرمائے۔ ان تمام باتوں کو اقدام کے مرحلے کا عنوان دیا جا سکتا ہے۔ جس کے بعد غزوۂ بدر سے مسلح تصادم کا آغاز ہوا۔ تاآنکہ فتح مکہ کے بعد باضابطہ اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آگیا۔

اب آیئے دیکھیں کہ ہمارے ملک کی دینی جماعتیں جو اسلامی انقلاب کی علمبردار ہیں' انہوں نے کیا طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ دارالعلوموں اور خانقاہوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے کہ ان کی سرگرمیاں تعلیم و تربیت تک محدود ہیں' ہم دیکھتے ہیں کہ وطن عزیز میں دو تین قسم کی جماعتیں سرگرم عمل ہیں۔ حرکت کے اعتبار سے تبلیغی جماعتیں (تبلیغی جماعت اور دعوت اسلامی) سرفہرست ہیں۔ لیکن ان کا دائرہ کار دعوت و تبلیغ دین تک محدود ہے۔ اسلامی انقلاب ان کے پیش نظر ہے ہی نہیں۔ لہٰذا ہم ان سے صرف نظر کرتے ہیں۔ اس کے بعد جو جماعتیں نمایاں ہیں ان میں بیشتر مذہبی سیاسی جماعتیں ہیں یا پھر چند ایسی جماعتیں ہیں جو اپنے آپ کو انقلابی کہتی ہیں۔ پھر جہادی تنظیمیں ہیں' جن کی نوعیت منفرد ہے۔

سب سے پہلے ہم مذہبی سیاسی جماعتوں کی طرف آتے ہیں۔ مکی دور میں اسلامی تحریک جن مراحل سے گذری' وہ سارے مراحل ان کو درپیش ہیں۔ دعوت' تنظیم اور تربیت کے مراحل ویسے ہیں البتہ صبر کے مرحلے میں ہمیں بظاہر کچھ ہوتا نظر نہیں آتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ الحمد للہ ہمارا معاشرہ مسلمان ہے۔ جس میں پہلے تین ادوار عوام کے لیے تذکیری نوعیت کے ہیں۔ لہٰذا کفار و مشرکین کے ماحول میں دعوت کا جو رد عمل نظر آتا ہے وہ یہاں نہیں۔ سوائے اس کے کہ آدمی شریعت پر عمل کرنے کی ٹھان لے۔ اس صورت میں تحریک کے کارکن کو معاشرتی اور معاشی سطح پر کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ گھر میں اگر وہ شرعی پردہ نافذ کرتا ہے تو خاندان اور برادری کی طرف سے معاشرتی

(باقی صفحہ ۷ پر)

گوشہ خواتین

دخترانِ اسلام کا تاریخی کردار

اسلامی تاریخ کے سنہری ادوار میں ان عزت مآب ماؤں کا کردار بڑا نکھرا ہوا دکھائی دیتا ہے جنہوں نے اپنی گود میں ایسے عظیم انسانوں کی پرورش کی جنہوں نے دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ میں نے ایک مسلمان عورت کی تصویر تاریخ کے اوراق میں دیکھی تو وہ ایک پاکباز' باعصمت' پر عظمت اور باوقار عورت کے روپ میں دکھائی دی' بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر میں نے اسے دعوت و جہاد اور تعلیم و تربیت کے میدانوں میں وہ عظیم کردار ادا کرتے ہوئے پایا جو انسانی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام ہی نے اسے وہ مقام دیا جو اس کا اصلی منصب ہے' اسلام نے اسے عفت و عصمت کے لئے چادر' حفاظت و محبت کے لئے چار دیواری اور رفعت و عظمت کے لئے احترام و اکرام کا وہ حسین تحفہ پیش کیا جو اسی کا حصہ ہے۔ پوری دنیا میں عورت کے حقوق کی بات کرنے والے اور عورت کی آزادی پر شور مچانے والے سب سے بڑے مذہب عیسائیت کو اندر سے دیکھا تو یہ مجھے کھوکھلا دکھائی دیا' اس نے ایک طرف آزادی کے نام پر عورت سے اس کی عصمت کو چھینا اور دوسری طرف مذہب کے نام پر اس کی حریت کو سلب کیا۔

آج اسلام کی تعلیمات عام کرنے اور نئی نسل کو صحیح راہ پر چلانے کے لئے دختران اسلام کو امت کے نونہال بچوں کو لوریاں دیتے ہوئے یہ سبق پڑھانا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو اس سچائی کو اتنا عام کر دو کہ اسے ہر کوئی قبول کرنے کے لئے لپک آئے۔ آج دشمنان اسلام کی نظریں حوا کی بیٹیوں پر جمی ہوئی ہیں وہ ان سے اسلام کی دولت چھین کر اس کھیل میں جو وہ انسانیت کے خلاف کھیلنے میں مصروف ہیں' میدان جیتنا چاہ رہے ہیں۔ ہماری بہنیں شاید یہ جان کر دہشت زدہ ہو جائیں کہ وہ عیسائیت کی فہرست میں سب سے پہلے نمبر پر ہیں' جنہیں وہ راہ راست سے ہٹانے کے لئے کوشاں ہے' اور اس کے لئے وہ میڈیا اور ذرائع ابلاغ کو خوب استعمال کر رہا ہے۔

اے عظمت کی پاسباں ماؤ اور بہنو! تمہیں اپنی چار دیواری کو مضبوط بنانے کی ضرورت ہے' تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم امت کی ان عظیم خواتین کی زندگیوں کا مطالعہ کرو' جنہوں نے اسلام پر ہر چیز کو قربان کیا۔ آج بھی ایسی دختران اسلام موجود ہیں جو اپنے سینوں میں اسلام کی تڑپ رکھتی ہیں۔ لیکن شاید وہ اس قدر کم ہیں کہ ان کا وجود تک کہیں محسوس نہیں ہوتا۔

اس لئے میں دردِ دل سے گزارش کروں گا کہ آپ کو دشمن کی چالیں سمجھ کر عصبیت' شخصیت پرستی اور فرقہ پرستی سے ہٹ کر اسلام کی خدمت کے لئے وہ کردار ادا کرنا چاہئے جو ایک دخترِ اسلام کے شایان شان ہے۔

(نومسلم عبداللہ سابقہ پادری ریاس پیٹر کی کتاب "اور صلیب ٹوٹ گئی" سے اقتباس)

واجپائی کا دورۂ پاکستان اور اہل پاکستان کا ردعمل

ــــــ تحریر : انور کمال میو ــــــ

ایک ہندو نے قائداعظم سے سوال کیا کہ آپ پاکستان کیوں بنانا چاہتے ہیں؟ قائداعظم نے اسی وقت پانی کا ایک گلاس منگوایا اور آدھا گلاس پانی پی کر اس ہندو کو دیا کہ وہ پانی پی جائے۔ اس ہندو نے یہ کہہ کر پانی پینے سے انکار کر دیا کہ یہ تو بھرشٹ (ناپاک) ہو چکا ہے۔ قائداعظم نے وہی گلاس ایک مسلمان کو دیا تو وہ اسے فوراً پی گیا۔ قائداعظم نے سوال کرنے والے ہندو کی طرف دیکھا اور کہا ہم پاکستان اسی لئے بنانا چاہتے ہیں!! قائداعظم محمد علی جناح کا یہ مسکت جواب ملاحظہ کر کے وہ شخص لاجواب ہو گیا۔

قائداعظم محمد جناح نے اپنی سیاسی زندگی کے ابتدائی ایام کانگریس میں ہندو مسلم اتحاد کے پرچارک اور سفیر کی حیثیت سے گزارے۔ لیکن کچھ ہی عرصے بعد ہندو ذہنیت کی مکاری، چالاکی اور تنگ نظری ان پر عیاں ہو گئی تو قائداعظم جیسے عظیم اور مدبر سیاست دان کو مسلم لیگ میں شامل ہونا پڑا اور پھر اسی مسلم لیگ کی بھرپور جدوجہد اور قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت کی بدولت مسلمانوں کو آزادی کی نعمت نصیب ہوئی جس کا خواب کبھی علامہ اقبال نے دیکھا تھا کہ :

"یہ اٹل حقیقت ہے کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں مسلمانوں کی ایک الگ ریاست قائم ہو گی"۔

پاکستان کی شکل میں قائم اسی الگ مسلمان ریاست کو ہندو ذہنیت نے آج تک تسلیم نہیں کیا۔ خود اٹل بہاری واجپائی نے حالیہ دورۂ پاکستان کے دوران کہا کہ "ہندوستان کی تقسیم سے ہمارے دلوں پر زبردست گھاؤ لگا تھا۔ اگرچہ گھاؤ کسی حد تک مندمل ہو چکا ہے لیکن اس گھاؤ کا نشان تاحال موجود ہے (اور گھاؤ کا یہ نشان کسی بھی وقت ہرا ہو سکتا ہے)"۔ گویا ہندوؤں نے کبھی بھی پاکستان کو صدقِ دل سے تسلیم نہیں کیا۔ ہندوستان نے اپنی پچاس سالہ قومی تاریخ میں پاکستان کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ مشرقی پاکستان کو بھی بنگلہ دیش بنانے میں اسی کا سازشی کردار کار فرما تھا۔ اس کی سازش، مکاری اور دھوکہ دہی کا مزا ہم بارہا چکھ چکے ہیں۔ اسی ہندو قوم کے لیڈر اور بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی جس نے برسراقتدار آتے ہی پاکستان اور مسلمانوں کے خلاف دھمکیوں سے سر آسمان پر اٹھا لیا تھا، بن بلائے مہمان کی طرح پاکستان آمد اور اس کے نتائج سے بے بہرہ حکومت پاکستان کا ان کے لئے غیر معمولی پروٹوکول اور استقبال کہاں کی دور اندیشی اور کیسی حب الوطنی ہے؟ اعلانِ لاہور کی سیاہی ابھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ اس کا تیا پانچہ مسٹر واجپائی نے دہلی واپسی پر ہی کر دیا۔ مسٹر واجپائی نے کھلے لفظوں میں اعلان کر دیا کہ :

"جب تک پاکستان کشمیر میں دہشت گردی بند نہیں کرتا اس وقت تک اس سے کسی مسئلے پر بات نہیں ہو سکتی"۔

پیش نظر صورت حال کے تناظر میں جماعت اسلامی سمیت ملک کے بیشتر دانشور اور مذہبی رہنما بھارتی وزیراعظم کے دورے کے حق میں نہیں تھے۔ لیکن چونکہ ہمارے وزیراعظم نواز شریف پر بھارتی مینڈیٹ کے علاوہ بھارت کے ساتھ مفاہمت اور بہتر تعلقات کا امریکی بھوت بھی سوار تھا۔ لہٰذا عوامی مخالفت کے باوجود یہ دورہ ہو کر رہا۔

کسی بھی جمہوری ملک میں عوام کو حکومتی پالیسیوں کے ضمن میں احتجاج کا آئینی حق حاصل ہوتا ہے۔ جماعت اسلامی نے اپنے اسی آئینی و جمہوری حق کو استعمال کرتے ہوئے واجپائی کے دورۂ پاکستان کے خلاف کامیاب احتجاج کیا۔ عوام نے قاضی صاحب کی آواز پر لبیک کہی اور لاہور میں ہڑتال کر کے اپنے جذبات کا بھرپور اظہار کیا۔ عوامی جذبات کیسے ظاہر نہ ہوتے! ہماری کرکٹ ٹیم کے ساتھ ہندوؤں نے کلکتہ میں جو سلوک کیا اسے پوری دنیا نے دیکھا۔ پورے کرکٹ سٹیڈیم کو خالی کروانے کے بعد ہی میچ جاری رکھنا ممکن ہوا۔ یہ سب کچھ صرف اس لئے ہو رہا تھا کہ پاکستانی ٹیم جیت رہی تھی۔ جس قوم کا "ظرف" اتنا چھوٹا ہو کہ کھیل میں معمولی سی جیت کو بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہ ہو اور وہ گراؤنڈ کی حد تک بھی "سپورٹس مین شپ" کا مظاہرہ نہ کر سکتی ہو تو ایسی "فراخدل" قوم سے بھلائی اور خیرخواہی کی کیونکر توقع کی جا سکتی ہے؟ پاکستان کے ساتھ کرکٹ میچ کی طرح، واجپائی کے لاہور آمد پر اس کے قریبی ساتھی بال ٹھاکرے سمیت دوسرے تمام حلیف خوش نہ تھے۔ ہندو فرقہ پرستوں نے کرکٹ میچ رکوانے کے لئے جو دھمکی آمیز رویہ اختیار کیا، ان کی طرف سے واجپائی کی لاہور آمد پر اسی قسم کا ردعمل سامنے آیا تھا لیکن واجپائی نے انہیں اپنی روایتی چال بازی سے آگاہ کر کے مطمئن کر لیا ـــــ بہرحال بات تو حق احتجاج کی ہو رہی تھی جس کا جماعت اسلامی نے بھرپور مظاہرہ کیا۔ جواباً لاہور پولیس نے جماعت اسلامی کے ان محب وطن کارکنوں کو جس طرح اپنے وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا اس کی مثال ڈھونڈنے کے لئے کافی مغزماری کرنا پڑے گی۔

۲۱ فروری ۹۹ء کو غازی علم الدین روڈ پر جماعت اسلامی لاہور کے زیر اہتمام منعقدہ جلسہ پر پنجاب پولیس اور ایلیٹ فورس کی مشترکہ یلغار کے نتیجے میں وحشیانہ انداز سے شیلنگ اور تشدد کے بعد جماعت کے ڈیڑھ ہزار کارکنوں کو گرفتار کر کے مسلسل نظربند رکھنا کہاں کی جمہوریت اور عقل مندی ہے؟ جماعت اسلامی کے اسلام پسند اسیر کارکنوں کو مختلف طریقوں سے نفسیاتی اور جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اس ریاستی جبر سے جماعت کے کارکنوں کے ذہنوں پر کیا اثرات پڑیں گے، یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔

تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار سمیت ملک کے دیگر علماء کرام نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ شاید حکومت کشمیر سمیت ملک کی ایٹمی صلاحیت پر خفیہ سمجھوتہ کرنا چاہتی ہے۔ چونکہ جماعت اسلامی دینی جماعتوں میں سے ملک کی منظم ترین جماعت ہے اور یہی جماعت حکومت کی راہ میں عملاً رکاوٹ ڈال سکتی ہے۔ لہٰذا اس کو کچلنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام دینی جماعتیں اپنی اپنی ڈفلی اور اپنا اپنا راگ الاپنے کی بجائے اتحاد و یگانگت کی فضا پیدا کریں۔ اسی اتحاد اور یگانگت کے ضمن میں ایک مرد درویش ڈاکٹر اسرار احمد نے تمام دینی جماعتوں کے سامنے "متحدہ اسلامی محاذ" کی تجویز پیش کر رکھی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد اس ضمن میں قابل ذکر دینی جماعتوں کے سربراہوں سے فرداً فرداً رابطوں کے علاوہ منہاج محمدی کانفرنسیں بھی منعقد کر رہے ہیں۔ تمام دینی جماعتوں کو چاہئے کہ وہ وسعت نظری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار صاحب کی آواز پر لبیک کہیں اور اسلامی انقلاب کے لئے بنیان مرصوص بن کر جدوجہد کریں۔ اسی طریقے سے یہ جدوجہد کامیاب و کامران ہو گی اور ہنود و یہود کا مقابلہ بھی کیا جا سکے گا۔ ورنہ الگ الگ پلیٹ فارم برقرار رکھنے کی موجودہ روش سے دینی جماعتوں کا بھی وہی حشر ہو گا جو جماعت اسلامی کا ہو رہا ہے۔!!

دینی اور دنیاوی تعلیم کا سنگم
قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس
زیر اہتمام : مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

تعارف کتب

اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات

مصنف : محمد طاسین
ناشر : مجلس علمی فاؤنڈیشن
المدینہ گارڈن' جمشید روڈ ۲' کراچی ۷۴۸۰۰
قیمت : -/۱۶۰ روپے

اس کتاب کی خاص بات اس کے دیباچہ میں یوں تحریر ہے "اس کتاب میں اسلام کی صرف وہ اقتصادی تعلیمات پیش کی گئی ہیں جو عدل پر مبنی حقیقی اور مستقل قوانین کا درجہ رکھتی اور ہر حال میں واجب العمل ہیں اور جن کے تحفظ اور نفاذ کی ذمہ داری حکومت اسلامی پر عائد ہوتی ہے' اسلام کی وہ اقتصادی تعلیمات اس کتاب کا موضوع نہیں ہیں جو احسان و ایثار پر مبنی اخلاقی مواعظ اور ترغیبات کی حیثیت رکھتی ہیں اور نہ وہ اقتصادی تعلیمات اس میں آئی ہیں جو ناموافق حالات اور وقتی مصلحت پر مبنی عبوری قوانین کی نوعیت رکھتی ہیں.... عام طور پر اسلام کی اقتصادی تعلیمات کے موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں مذکورہ تین قسم کی تعلیمات کو باہم خلط ملط کر دیا گیا ہے یا ان میں قانونی نوعیت کی بعض تعلیمات کو پیش کیا اور بعض دوسری کو نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ غرضیکہ اسلام کے اقتصادی نظام کے متعلق مختلف مضامین' مقالات اور کتابوں کی شکل میں جو تحریری مواد سامنے آتا ہے اس میں جہاں شدید اختلاف اور تضاد پایا جاتا ہے وہاں حد درجہ انتشار بھی ہے.... ایک ہی معاشی معاملے کو ایک عالم دین اسلام کے مطابق اور جائز کہتا ہے جبکہ بعینہٖ اسی معاملے کو دوسرا عالم دین خلاف اسلام اور ناجائز بتلاتا ہے۔ مثال کے طور پر مزارعت' زمین کی شخصی و انفرادی ملکیت اور محنت کی طرح سرمایہ بھی دولت پیدا کرتا ہے یا نہیں کا مسئلہ...."

زیر نظر کتاب ۲۲۸ صفحات اور پندرہ ابواب پر مشتمل ہے جن میں اسلام کی بارہ اقتصادی تعلیمات پر بحث کی گئی ہے۔ ان مباحث میں کسب معاش کے لئے سعی و عمل' مواقع کار' اُجرت' قدرتی اشیاء کی ابتدائی ملکیت' انتقالِ ملکیت' جواز و عدم جواز سے متعلق اسلام کا اصولی تصور' انفاقِ مال اور صرفِ مال' معیارِ معیشت یعنی رہن سہن اور بود و باش' مساکین و محتاج افراد کی معاشی کفالت' زکوٰۃ' وراثت اور وصیت اور نفقات جیسے اہم موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے' مروجہ بینکاری' بیمہ' جوائنٹ سٹاک' شراکت' مضاربت وغیرہ کی اسلام میں کیا حیثیت ہے اس پر "جواز و عدم جواز سے متعلق اسلام کا اصولی تصور" کے باب میں گفتگو شامل ہے۔ ان مباحث میں ایک اہم ترین بحث سرمایہ سے متعلق ہے۔ اس میں سرمایہ کے عامل پیداوار ہونے کی جن وجوہات کی بنا پر نفی کی گئی ہے ان میں ایک یہ ہے کہ کس شے کو مال و دولت قرار دیا جائے یا سرمایہ' اس کا انحصار انسان کے قصد و ارادہ پر ہے' مثلاً آپ نے محنت کر کے کوئی شے حاصل کی ہے اب آپ پر منحصر ہے کہ آپ اس شے کو اپنے لئے استعمال کریں یا اسے فروخت کر کے کسی کاروبار میں لگائیں۔ پہلی صورت میں وہ شے آپ کا مال ہے دوسری صورت میں وہی شے آپ کا سرمایہ۔ لہٰذا یہ کہنا کہ دولت' دولت کو پیدا کرتی ہے یا سرمایہ' سرمائے کو پیدا کرتا ہے درست نہیں ہو سکتا۔ کاروبار کے لئے سرمایہ ضروری تو ہوتا ہے لیکن کسی شے کو پیدا نہیں کر سکتا۔ جیسے یہ کہا جائے کہ زندگی کے لئے ہوا ضروری ہے مگر ہوا زندگی کو پیدا تو نہیں کرتی۔ ویسے بھی سرمایہ انسان کی محنت اور دماغی صلاحیت لگانے سے حاصل ہوتا ہے اس لئے اصلاً عامل کی حیثیت انسانی محنت اور دماغی صلاحیت کو حاصل ہے۔ یہ خاصی دقیق بحث ہے۔ عام آدمی اسے سمجھنے سے قاصر ہو گا۔ لہٰذا سادہ الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سرمایہ کو عامل پیداوار مانیں یا نہ مانیں اور چاہے سود کے بغیر جدید معیشت چل سکتی ہو یا نہ چل سکے۔ ہم چونکہ یہ کہتے ہیں کہ سود حرام ہے لہٰذا سودی معیشت کا خاتمہ ہم پر لازم ہو گا!

قدرتی اشیاء کی ابتدائی ملکیت کے اسلامی تصور کے باب (ص ۷۷) میں درج ہے کہ قرآن حکیم سے ظاہر اور ثابت ہے کہ کائنات ارضی میں جمادات' نباتات اور حیوانات وغیرہ سے تمتع و انتفاع کا ہر انسان کو قدرتی طور پر حق حاصل ہے اور یہ حق اسے بحیثیت انسان عطیہ الٰہی کے طور پر مفت حاصل ہے لیکن یہ مساوات و برابری اس وقت تک ہے جب تک کوئی شے اپنی قدرتی حالت و شکل میں ہو۔ مطلب یہ کہ جب کوئی شخص پہل کر کے اپنی سعی و محنت سے کسی قدرتی شے کی افادیت میں اضافہ کر لے تو وہ شے اس کی شخصی ملکیت بن جاتی ہے۔ البتہ وہ مفید اثرات جو اس شخص کی سعی و محنت سے وجود میں آئے تھے جب مٹ جائیں اور ختم ہو جائیں تو وہ شے حسب سابق دوبارہ سب کے استفادہ کے لئے عام ہو جاتی ہے۔ (اسے حق تصرف کا نام بھی دیا جاتا ہے) گویا کسی قدرتی چیز کے متعلق کسی فرد کی شخصی ملکیت ابدی اور دائمی نہیں بلکہ وقتی اور عارضی ہے جو بعض اوقات اور بعض حالات میں کالعدم ہو جاتی ہے۔ نیز اگر کوئی شخص اپنی آزاد مرضی اور خوشی سے اپنی کوئی ملکیتی شے کسی دوسرے شخص کو منتقل کر دے تو اس صورت میں بھی وہ شے اس کی ملکیت نہیں رہتی بلکہ جس شخص کو منتقل کی گئی ہو اس کی ملکیت بن جاتی ہے۔

کتاب میں سرمایہ کو بھی ایک قدرتی شے قرار دیا گیا ہے (ص ۱۳۲) گویا سرمایہ کا صحیح مصرف یہ ہے کہ جس شخص کے پاس سرمایہ ہے وہ اسے مال و دولت کے طور پر خود استعمال کرے یا بطور سرمایہ اس سے کاروبار کرے اور تیسری صورت یہ ہے کہ اپنی مرضی سے کسی کو منتقل کر دے (اور اس کے عوض کوئی مال و دولت وصول کر لے) اس بارے میں مزید کہا گیا ہے کہ "چونکہ معاشرے کے ہر فرد کا یہ قدرتی اور انسانی حق ہے کہ اس کے لئے معاشی جدوجہد کا موقع ہو لہٰذا یہ ذمہ داری اسلامی حکومت پر عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسا انتظام کرے کہ معاشرے کے جو افراد کسب معاش کے سلسلہ میں کوئی کام کر سکتے ہوں اور کرنا چاہتے ہوں ان کے لئے کام کار کا موقع ہو (ص ۶۵)۔

یہاں یہ بات از خود سامنے آتی ہے کہ جو قدرتی اشیاء کسی کی شخصی ملکیت میں نہ ہوں وہ ریاست کی ملکیت تصور ہوں گی' نیز ریاست ہی معاشرے کی ضرورت کے مطابق ان اشیاء کا نظم اور بندوبست کرے گی۔ تاہم کتاب کے مطالعہ سے عمومی تاثر یہی ملتا ہے کہ اسلامی معیشت زیادہ تر ایک شخصی معاملہ ہے۔ چنانچہ کتاب کے آخر میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ "یہ تعلیمات ایک ایسے معاشرے کے لئے قابل عمل ہیں جس کی عظیم اکثریت اللہ کی ذات و صفات' آخرت کی جزاء و سزا اور وحی و رسالت پر ایمان و یقین رکھتی ہو' قرآن مجید کو اللہ کی آخری کتاب ہدایت اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا آخری اور کامل نبی اور رسول مانتی ہو' نیز اسلامی عبادات صحیح طریقہ سے پابندی کے ساتھ ادا کرتی ہو.... جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کام حکومتی جبر کے ذریعے فوری طور پر ہو سکتا ہے اور عوامی دباؤ اور مطالبے کے تحت حکومت سے کرایا جا سکتا ہے وہ سخت غلطی پر ہیں...."

یہ بات اس حد تک تو درست ہے کہ معاشرے میں قابل لحاظ تعداد میں ایسے افراد ہونے چاہئیں جو نہ صرف اپنی انفرادی زندگی میں مذکورہ اوصاف کے مالک ہوں بلکہ دین کے مکمل غلبے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے بھی تیار ہوں لیکن یہ تصور کہ بغیر قربانی دیئے معاشرے کی عظیم اکثریت اسلام پر عمل پیرا ہو سکتی ہے محل نظر ہے خصوصاً جبکہ اجتماعی سطح پر باطل کا غلبہ ہو۔ کوئی بھی حکومت ہو وہ رائج الوقت نظام کی محافظ ہوتی ہے لہٰذا حکومت پر دباؤ ڈال کر اسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کا مطلب ظلم اور استحصال پر مبنی نظام کے خاتمہ کی جدوجہد ہوتا ہے تاکہ اس کی جگہ اسلام کا عادلانہ نظام قائم ہو اور اس کے بعد جو بھی حکومت آئے وہ خود بھی اسی عدل پر قائم ہو اور لوگوں کو بھی اسی پر قائم رہنے پر مجبور کرے جو اسلام کی تعلیمات کی رو سے اس کی ذمہ داری ہے' مگر یہ جان لینا چاہئے کہ یہ کام بغیر جان دیئے محض دعوت و تبلیغ سے نہیں ہو سکتا۔ (تبصرہ : سردار اعوان)

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

کراچی کے رفقاء کا شب بسری پروگرام

مسلمانوں کے بارے میں ایرانی جاسوسوں کے ریمارکس تاریخ کا حصہ ہیں۔ جب انہوں نے کہا تھا کہ "یہ لوگ دن کے شہسوار اور رات کے راہب ہیں"۔ یہ ریمارکس ان کے لئے ہیں جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے جان ہتھیلی پر لے کر نکلتے تھے۔ آج کے دور میں دین کے داعیوں کے لئے صورتحال یکسر مختلف ہے۔ دنیا کے پچاس سے زیادہ مسلم ممالک میں کہیں بھی اللہ کا دین سربلند نہیں ہے اور ان ممالک میں اغیار کے نظام ہائے حیات نافذ ہیں۔ لہٰذا دین کے داعیوں کو اپنی توانائیاں غیر مسلموں میں دین کی دعوت لگانے کی بجائے اپنوں ہی میں صرف کرنی پڑ رہی ہیں۔ یہاں جہاد و قتال کے مرحلے آنے سے رہے' لہٰذا وہ کردار کی اس بلندی پر فائز نہیں ہیں جس پر قرونِ اولیٰ کے مسلمان تھے۔ ماضی میں تصوف کا اشاعت دین میں ایک اہم کردار رہا ہے۔ اس کا روحانی تربیت کا اپنا خانقاہی نظام ہے جو عام مسلمانوں میں معروف ہے۔ احیائی تحریکوں کے کارکن لاشعوری طور پر اس طریق تربیت سے متاثر ہیں لیکن ان تحریکوں کی نوعیت طریق تصوف سے مختلف ہے لہٰذا انہیں یہاں ان باتوں کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے تنظیم میں شب بسری کا پروگرام شروع کیا گیا ہے۔ کراچی میں اس سلسلے کا پہلا پروگرام ۲۸۔۲۷/ جنوری کو مسجد خضریٰ' صدر میں منعقد ہوا' اسی مقام پر دوسرا پروگرام ۲۱۔۲۰/ مارچ کی شب منعقد ہوا۔

پروگرام کا آغاز ساڑھے نو بجے شب مطالعۂ قرآن کے عنوان سے شروع ہوا۔ رفقاء کو پہلے ہی سے کہہ دیا گیا تھا کہ وہ سورۂ یٰسین کا مطالعہ کر کے آئیں۔ اس پروگرام کا مقصد یہ ہے کہ رفقاء میں مطالعہ قرآن کا شوق پیدا ہو۔ جلال الدین اکبر اس پروگرام کو کنڈکٹ کر رہے تھے۔ پہلے انہوں نے سورۂ یٰسین سے متعلق چند تمہیدی باتیں بیان کیں۔ ہر آیت کی تلاوت اور اس کا ترجمہ کرنے کے بعد وہ رفقاء کو اس کے معنی و مطالب پر گفتگو کرنے پر آمادہ کرتے رہے۔ اس طرح درس قرآن کے برعکس جس میں صرف مدرس ہی کا مطالعہ اور اسی کی گفتگو ہوتی ہے۔ مطالعہ قرآن کے پروگرام میں ہر رفیق کو مطالعہ قرآن کی ترغیب دی گئی تھی اور ان میں سے ہر ایک کو گفتگو کا موقع ملا تھا۔ اس طرح تقریباً ایک گھنٹہ کے پروگرام کے دوران سورۃ کے ایک رکوع کا مطالعہ ہوا۔ اصول یہ طے ہوا کہ زیر مطالعہ آیت کے علمی پہلو پر سرسری گفتگو ہو گی جب کہ اس کے عملی پہلو پر سیر حاصل گفتگو ہو گی تاکہ رفقاء اپنی عملی زندگی میں اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

بعد ازاں' حاصل مطالعہ کے عنوان سے عارف سبحان نے "نفاق کی علامتیں" نامی کتابچے سے اقتباسات پڑھ کر سنائے جن میں جھوٹ' دھوکہ دہی' اشتعال میں آ جانا' عبادت میں سستی برتنا' ریاکاری' ذکر الٰہی میں کوتاہی جیسی علامات کا تذکرہ تھا۔ آداب زندگی کے عنوان سے شب کا آخری پروگرام شروع ہوا۔ رفقاء کو مختلف گروپس میں بانٹ دیا گیا اور رات کو سونے کی دعا' صبح کو جاگنے کے وقت کی دعا' بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اور باہر نکلنے کے وقت کی دعائیں جن رفقاء کو یاد تھیں انہوں نے اپنے گروپ میں شامل ان رفقاء کو یاد کروائیں جنہیں یاد نہ تھیں۔ اس بات کا بطورِ خاص تذکرہ کیا گیا کہ ہر گروپ میں یہ جائزہ لیا جائے کہ پہلی دو دعاؤں کے پڑھنے کے عمل کو کتنے رفقاء نے شروع کر دیا ہے۔ یہ جائزہ ان شاء اللہ ہر شب بسری کے پروگرام میں لیا جائے گا تاکہ یاد کرنے سے زیادہ عمل کی بات ذہنوں میں مستحضر رہے۔

صبح ساڑھے چار بجے انفرادی نوافل کیلئے رفقاء بیدار ہوئے۔ سوا پانچ بجے محمد شمیم صاحب نے تزکیہ نفس کے عنوان سے تکبر کی ہلاکتوں کا تذکرہ بڑے موثر انداز میں کیا۔

نماز فجر کے بعد عبدالرحمٰن ہنگورہ نے مطالعۂ حدیث کے عنوان سے دنیا کی حقیقت سے متعلق چند احادیث پر سیر حاصل گفتگو کی۔ نماز اشراق کی ادائیگی کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ : محمد سلیم)

تنظیم اسلامی پشاور کی شب بسری

۲۲ مارچ کو بعد نماز مغرب رفقاء تنظیم اسلامی پشاور دفتر اکٹھے ہوئے۔ بعد نماز مغرب امیر محترم کا خطاب بعنوان "انسان کا اعلیٰ ترین نصب العین" بذریعہ ویڈیو دیکھا گیا۔ بعد نماز عشاء حافظ خورشید انجم نے بخاری شریف کے دو ابواب "باب العیدین" اور "باب التہجد" میں سے چند احادیث پڑھ کر سنائیں۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کچھ احباب نے بقیہ پروگرام میں شرکت سے معذرت کی اور صبح دوبارہ شامل ہونے کا وعدہ کیا۔ موجود رفقاء نے صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی کے مضمون "دعا" کا اجتماعی مطالعہ کیا اور "غلطیوں کی اصلاح کا نبوی طریق" سے چند طریقے پڑھے۔ بعد ازاں رفقاء انفرادی دعا میں مشغول رہے۔ حاجی خدا بخش نے رفقاء کو نماز تہجد کے لئے اٹھایا اور رفقاء ان خاموش لمحوں میں اپنے پالنے والے سے ہمکلام رہے۔ بعد نماز فجر حافظ خورشید انجم نے "فکر آخرت" کے عنوان سے درس قرآن دیا۔

ناشتے کے بعد مزید رفقاء بھی پروگرام میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ دس افراد کا یہ قافلہ بلال مسجد حیات آباد کے لئے روانہ ہوا۔ اس مقام کا انتخاب ہمارے سعودی عرب سے نکالے گئے رفیق انجینئر افتخار الدین نے کیا۔ انہوں نے تمام رفقاء کو خوش آمدید کہا اور قہوے سے تواضع کی۔ ایک روزہ پروگرام کے امیر سید ذاکر نے تربیتی نشست کے لئے مولانا امین اصلاحی مرحوم کی کتاب "دعوت دین اور اس کا طریقۂ کار" کا انتخاب کیا اور اس کے ایک باب بعنوان "انبیاء کا طریق دعوت" کے تمام اصولوں پر تفصیلی مذاکرہ ہوا۔ خیبر میڈیکل کالج کے سیکنڈ ایئر کے طالب علم شفقت اور بی اے کے طالب علم عمران خصوصی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ انجینئر طارق خورشید نے ان سے تفصیلاً گفتگو کی اور امیر محترم کی کتب مطالعہ کے لئے دیں۔ محمد عمران نے بتایا کہ اس نے ۸۲ء سے اب تک میثاق کے سالنامے تیار کر رکھے ہیں۔ بعد ازاں "ہم کہاں کھڑے ہیں؟" کے حوالے سے ہر رفیق نے تنظیم سے وابستگی سے پہلے کی کیفیات' بعد کے حالات اور آئندہ کی پلاننگ پر گفتگو کی۔

انجینئر افتخار الدین نے اگرچہ سعودی حکومت کی کارگزاری نہیں سنائی' تاہم مختصر گفتگو میں بھی ان کی استقامت کا اندازہ ہو گیا۔ اللہ ان کی سعی و جدوجہد کو قبول فرمائے۔ بعد نماز ظہر جناب غلام مقصود نے پشتو میں سو لقمان کی ابتدائی آیات کے حوالے سے بڑی جامع' بھرپور اور مختصر گفتگو کی اور تنظیم کا تعارف کروا کر اعلان کر دیا کہ تفصیلی خطاب بعد نماز عصر ہو گا۔ افتخار الدین صاحب نے تمام رفقاء کو پرتکلف کھانا کھلایا۔ بعد نماز عصر سمیع اللہ (پور دل خان) نے پشتو میں دینی فرائض اور حقیقت و مراحل جہاد پر تفصیلی گفتگو کی۔ انہوں نے بندگی' دعوت بندگی اور نظام بندگی کی وضاحت کے لئے قرآن و حدیث سے دلائل دیئے اور واضح کیا کہ آج ہم ایک باطل نظام کے تحت زندگی گزار رہے ہیں اور جب تک دین اسلام کا غلبہ نہیں ہو جاتا بندگی کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ بعد ازاں حاضرین میں تنظیم اسلامی کی دعوت پر مبنی چار ورقہ تقسیم کیا گیا۔ سوال و جواب کی نشست میں ڈاکٹر صافی صاحب نے بھی شرکت کی اور مختلف سوالات کے جوابات دیئے۔ مجموعی طور پر دو سو افراد تک تنظیم کی دعوت پہنچائی گئی۔ (رپورٹ : طارق محمود)

اسرہ یونیورسٹی پشاور کا دعوتی اجتماع

قرآن سوسائٹی الخیر یونیورسٹی کے زیر اہتمام ۱۷/ مارچ کو ایک لیکچر بعنوان "قرآن اور ایمان" کا اہتمام یونیورسٹی ہاسٹل میں کیا گیا۔ اس لیکچر کا اہتمام قرآن سوسائٹی کے روح رواں اور اسرہ یونیورسٹی کے رفیق محمد جمشید عبداللہ نے کیا۔ خطاب کے لئے نقیب اسرہ انجینئر طارق خورشید کو دعوت دی گئی۔ انہوں نے سورۂ آل عمران کی آخری آیات کو موضوع بحث بنایا اور چارٹ کے ذریعے جیومیٹری کی مختلف اشکال کی مدد سے ایمان حقیقی کی وضاحت کی۔ سامعین کی اکثریت چونکہ انجینئرنگ' بی بی اے' ایم بی اے کے طالب علموں پر مشتمل تھی' اس لئے انہوں نے ان لوگوں کی نفسیات کے مطابق عملی مثالیں دیں اور بتایا کہ خود اپنی ذات پر غور کرنے سے یا ارد گرد پھیلی کائنات کا مطالعہ کرنے سے انسان کی فطرت سلیمہ اسے رب کریم کی ذات تک پہنچا دیتی

ہے۔ اور شعور توحید مل جانے کے بعد وہ ہر وقت جواب دہی کے خوف سے لرزاں رہتا ہے کہ کون کون سے طریقے اپناؤں کہ اپنے رب کو راضی کر سکوں۔ ایسے میں اگر اس کے کانوں میں اللہ کے فرستادہ حق کی بات پڑ جائے تو وہ بلا تامل اسے قبول کر لیتا ہے۔ پھر دن بدن ایمان میں اضافے کے لئے کوششیں کرتا رہتا ہے اور اللہ سے دعائیں مانگتا رہتا ہے۔ ایسا مومن صادق جب دین کی سربلندی کے لئے میدان میں آتا ہے تو اپنی جان تک کی پروا نہیں کرتا اور نتیجتاً جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔ چالیس منٹ کے لیکچر کے بعد ۲۵ منٹ سوال و جواب کی بھرپور نشست ہوئی اور اس کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایسے پروگرام ہر ماہ ہونے چاہئیں۔ الغرض یونیورسٹی ہاسٹل میں یہ اس نوعیت کا پہلا پروگرام تھا۔ بعد ازاں چائے اور لوازمات سے شرکاء کی تواضع کی گئی۔ بعد نماز عشاء یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ شرکاء میں تین لیکچرر اور ۴۲ طلبہ شامل تھے۔ (رپورٹ : یوسف علی)

تنظیم اسلامی کراچی جنوبی کا شب بسری اور ایک روزہ پروگرام

۶/ مارچ میں تنظیم اسلامی کا ایک روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام حلقہ کے شب بسری پروگرام کے ساتھ منعقد ہوا۔ ۲۰ مارچ نماز عشاء سے فجر کے بعد مختصر درس حدیث تک پروگرام حلقہ کے زیر اہتمام شب بسری کے ساتھ مسجد خضریٰ میں ہوا۔ اس میں نماز عشاء کے بعد مطالعہ قرآن حکیم ہوا جس میں سورۃ یٰسین کے پہلے رکوع کا مطالعہ کیا گیا۔ اس کے فرائض جناب جلال الدین اکبر نے ادا کئے۔ اس کے بعد عارف سلمان سبحان نے حاصل مطالعہ پیش کیا۔ جس میں نفاق سے متعلق احادیث پڑھ کر سنائی گئیں۔ رفقاء میں دعاؤں کا ایک پرچہ بھی تقسیم کیا گیا۔ آرام کے بعد رفقاء ساڑھے چار بجے بیدار ہوئے اور انفرادی طور پر نوافل ادا کئے۔ اس کے بعد نماز فجر سے قبل شمیم احمد صاحب نے "تزکیہ نفس" کے عنوان سے تکبر کے بارے میں گفتگو کی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد مطالعہ حدیث ہوا۔ اس پروگرام میں عبدالرحمٰن ہنگورہ نے دنیا کی حقیقت کے بارے میں احادیث پڑھ کر سنائیں۔ اشراق کے بعد جنوبی کراچی کے رفقاء منظور کالونی میں مدرسہ شمس النساء میں جمع ہوئے اور بقیہ پروگرام اسی جگہ ہوئے۔ امیر جنوبی نے رفقاء کی تجوید کی اصلاح میں پیش رفت کا جائزہ لیا۔ انصار احمد صاحب نے درس قرآن دیا۔ اس کے علاوہ منظور کالونی میں پانچ کارنر میٹنگ منعقد کی گئیں جس میں "انذار آخرت' نجات کی راہ اور قرآن کے حقوق" کے حوالہ سے عبدالقادر انصاری' شجاع الدین' عبدالرحمٰن ہنگورہ اور سرفراز احمد نے خطابات کئے۔ خطاب کے آخر میں مقررین نے مدینہ مسجد میں ظہر کے بعد درس قرآن کی دعوت دی۔ مدینہ مسجد میں اعلان اور درس قرآن کی اجازت مل گئی۔ شجاع الدین نے سورۃ العصر اور قرآن کے حقوق بیان کئے۔ رفقاء کے ساتھ تقریباً ۳۵ احباب نے شرکت کی۔ طعام کے بعد شجاع الدین نے ذوالحجہ کے دس دنوں کے اعمال کے حوالہ سے احادیث بیان کیں۔ اس کے بعد امیر محترم کا فکری و نظری تربیت گاہ میں بیان کردہ "دینی فرائض کا جامع تصور" کا ویڈیو کیسٹ دیکھا۔ نماز عصر کے بعد ایک حدیث کے بیان کے بعد یہ پروگرام اختتام پر پہنچا۔

(رپورٹ : واحد علی رضوی)

اُسرہ قرآن کالج کی مبتدی تربیت گاہ

اُسرہ قرآن کالج لاہور کی مبتدی تربیت گاہ مورخہ ۸ سے ۱۵/ مارچ ۹۹ء تک منعقد ہوئی۔ اس تربیت گاہ کو ناظم تربیت جناب رحمت اللہ بٹر اور نائب ناظم قیصر جمال فیاضی نے کنڈکٹ کیا۔ چونکہ یہ اُسرہ قرآن کالج کے طلبہ پر مشتمل ہے اس لئے کالج کے اوقات کی رعایت سے تربیت گاہ کے اوقات میں تبدیلی کی گئی تھی' جس کے باعث طلبہ کا نصابی شیڈول باقاعدگی سے جاری رہا۔ طلبہ نے بڑے ذوق و شوق سے تربیت گاہ میں شرکت کی۔ ان طلبہ نے رمضان المبارک میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے حالیہ خلاصۂ مباحث قرآن کے دوران تنظیم میں باقاعدہ شمولیت اختیار کی اور ۲۷/ رمضان کی مبارک شب کو امیر تنظیم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ رفقاء و معاونین اور احباب سمیت درج ذیل ۲۱ طلبہ تربیت گاہ میں شریک ہوئے۔

مبتدی رفقاء میں بلال احمد' مشتاق احمد اعوان' غفور احمد اعوان' کرم داد بلوچ' ذیشان دانش خان' فضل رحیم' نعمان اقبال' محمد عارف' شبیر حسین' حافظ نعیم اختر' سید لیاقت علی' عدنان خان' فیاض احمد' ہارون اشرف' لیاقت علی' مدثر مناص خادم' زاہد احمد واصل جبکہ معاونین میں محسن آفتاب عباسی' عادل الیاس عباسی' مدثر وحید قاضی اور احباب میں امجد علی بٹ شامل تھے۔

(رپورٹ : ذیشان دانش خان)

یونیورسٹی کیمپس پشاور میں فہم القرآن کورس

تنظیم اسلامی پشاور اُسرہ یونیورسٹی کے زیر اہتمام چھ روزہ فہم القرآن کورس کا انعقاد کیا گیا۔ یہ پروگرام انجینئرنگ یونیورسٹی ہاسٹل نیو بلاک کی مسجد میں ہوا۔ پروگرام کی تشہیر کے لئے مختلف مقامات پر پوسٹر لگائے گئے۔ ۱۱/ مارچ بعد نماز مغرب افتتاحی نشست میں اُسرہ یونیورسٹی کے نقیب انجینئر طارق خورشید نے "عظمت قرآن" اور "حقیقت ایمان" کے موضوع پر گفتگو کی۔ دوسرے دن انجینئر یوسف علی نے "حقیقت و اقسام شرک" پر گفتگو کی۔ تیسرے دن انجینئرنگ یونیورسٹی کے لیکچرر جمشید عبداللہ نے "اسلام کا معاشی نظام" پر مفصل گفتگو کی۔ چوتھے دن یوسف علی نے "فریضۂ اقامت دین" پر گفتگو کی۔ پانچویں دن تنظیم اسلامی پشاور کے امیر حافظ خورشید انجم نے "مطالبات دین اسلام و حقیقت مراحل جہاد" کے موضوع پر خطاب کیا۔ افتتاحی خطاب کے لئے مولانا وارث خان کو دعوت دی گئی۔ انہوں نے "پاکستان میں نظام خلافت کیا؟ کیوں؟ کیسے؟" کے موضوع پر گفتگو کی۔ روزانہ ۳۰ تا ۵۰ منٹ گفتگو اور ۲۵ تا ۳۰ منٹ سوال و جواب ہوتے رہے۔ آخری نشست کے بعد ترجمہ قرآن' قرآن حکیم کی علمی و فکری راہنمائی اور عربی گرائمر کورس کا تعارف کروایا گیا اور طلبہ نے مختلف کورسز میں داخلے لئے۔ (رپورٹ : محمد عمران)

ناظم ذیلی حلقہ مالاکنڈ ڈویژن کی سرگرمیاں

۶ اور ۷/ مارچ کی درمیانی شب اُسرہ بی بیوڑ کی دعوت پر ایک شب بسری پروگرام میں شرکت کے لئے مولانا غلام اللہ خان حقانی ۶/ مارچ کو بی بیوڑ پہنچے۔ نماز عصر کے بعد قرآن عظیم کے نام پر اٹھنے والی تحریکوں کا جائزہ لیا گیا' مقرر مولانا حقانی تھے۔ آپ نے قرآن اور احادیث نبویہؐ سے قرآنی تحریک کے خدوخال بیان کئے۔ آپ نے تنظیم اسلامی کے اہداف بیان کرتے ہوئے سامعین پر واضح کیا کہ ہماری آرزوؤں اور امنگوں کا اصل مرجع کوئی تنظیم بن سکتی ہے تو وہ تنظیم اسلامی ہے۔ اس لئے آپ لوگ تنظیم اسلامی کو دیکھیں اور جانچیں۔ جب اچھی طرح بات واضح ہو جائے تو تنظیم اسلامی کے سٹیج سے اپنی صلاحیتیں استعمال کریں۔

پروگرام کے اختتام پر اعلان کیا گیا کہ مغرب کے بعد بندگی رب کے موضوع پر بات ہو گی۔ نماز عصر کے بعد احباب و رفقاء کو الہدیٰ کیسٹ و کتب لائبریری آنے کی دعوت دی گئی۔ تنظیم اسلامی کے دعوتی' انتظامی' مشاورتی اور تحریکی پہلوؤں پر بات کی گئی۔ نماز مغرب کے بعد لوگوں کا کافی بڑا اجتماع ہوا۔ مولانا حقانی نے بندگی رب کے موضوع پر بات کی۔ نماز عشاء کے بعد منہج انقلاب نبویؐ کے موضوع پر سیرت النبیؐ کے انقلابی مراحل بیان ہوئے۔ ان پروگراموں میں مجموعی طور پر ۴۰۰ افراد نے شرکت کی۔

(مرتب : قاسم ضیاء)

اُسرہ بی بیوڑ کا شب بسری پروگرام

۱۳/ فروری کو اُسرہ بی بیوڑ کا شب بسری پروگرام بی بیوڑ کی جامع مسجد میں ہوا۔ پہلا جمعہ دعوتی و تربیتی نوعیت کا تھا۔ اس میں تنظیم اسلامی کے اہداف مولانا غلام اللہ خان حقانی نے بیان کئے۔ اس خطاب میں چالیس احباب شریک ہوئے۔ نماز مغرب کے بعد "عبادت رب" پر گفتگو بھی مولانا غلام اللہ خان نے کی۔ اس خطاب میں پچاس احباب شریک ہوئے۔ آخری پروگرام درس قرآن کا تھا۔

(رپورٹ : ممتاز بخت)

اگنی 2 کا جواب غوری 2

بھارتی "اگنی 2" میزائل کے جواب میں پاکستانی "غوری 2" کے کامیاب تجربہ پر اللہ کی جناب میں ہدیۂ تشکر اور ملت اسلامیہ پاکستان کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ (ادارہ)

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد 8، شمارہ 14
سالانہ زرتعاون -/175 روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ لاہور
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501

معاونین برائے مدیر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان ○ فرقان دانش خان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

نامے میرے نام

محترم و مکرم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب
صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ آپ کا رسالہ ندائے خلافت دفتر میں پڑھتا رہتا ہوں اور ایمان افروز مضامین سے مستفید ہوتا رہتا ہوں۔ آپ کے رسالہ ۲۵ تا ۳۱/ مارچ ۹۹ء نظر سے گزرا اس کے آخری صفحہ پر قرآن کالج اور دین اسلام کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم حاصل کرنے کی نصیحت کی گئی تھی۔ یہ بہت اچھی نصیحت تھی میری طرح کئی لوگ ایسا سوچتے ہیں کہ ایک انسان کو مکمل انسان ہونا چاہئے۔ وہ بیک وقت دینی علوم اور دنیاوی علوم پر دسترس رکھے اور وہ جس مقام پر ہو پورا ہو۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ میرے جیسے کئی لوگ مختلف وجوہات کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتے۔

بہرکیف آپ سے التماس ہے کہ قرآن کالج کا مکمل پراسپکٹس ارسال فرما کر مشکور فرماویں تاکہ میں اس کا عمیق مطالعہ کر کے اپنے بچے کو اس کالج میں داخل کروا سکوں اور دین و دنیا کی اس بھلائی سے مستفید ہو سکوں۔ آپ کی مہربانی ہوگی۔

خیر اندیش، دعاگو
منیر احمد قمر
معرفت کریسنٹ بورڈ لمیٹڈ، پی او بکس 1517
نشاط آباد، فیصل آباد 38600

بقیہ: منبر و محراب

کانفرنسوں کے نتیجے میں ہمیں ابتدائی کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے اور یہ امر ایک خوشخبری سے کم نہیں کہ تحریک اسلامی نے تنظیم اسلامی کے ساتھ باقاعدہ طور پر اشتراک عمل کا فیصلہ کرلیا ہے اور عنقریب مرکزی جمعیت اہلحدیث کی جانب سے بھی مجوزہ محاذ میں شمولیت کا باقاعدہ اعلان متوقع ہے۔ جبکہ شیعہ مکتب فکر کی نمائندہ جماعت تحریک جعفریہ کے سربراہ علامہ ساجد علی نقوی کو اسلامی محاذ میں شمولیت کی باضابطہ دعوت دینے کے لئے میں ان سے جلد ہی ملاقات کروں گا۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ ہم نے فرسودہ نظام کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ (فاروق لغاری)
✪ پڑھے لکھے لغاری صاحب بھی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں!
☆ کسووا کا بحران: جرمن وزیر خارجہ نے اپنی شادی ملتوی کر دی۔ (ایک خبر)
✪ گویا ایک بحران اور کھڑا کر دیا۔
☆ بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں مگر نظام کی زنجیریں مجھے ایسا نہیں کرنے دیتیں! (نواز شریف)
✪ تو پھر، ہیوی مینڈیٹ پر ہزار بار لعنت!
☆ نواز شریف کا کبوتر اڑ کر جلد ہمارے پاس آجائے گا۔ (پیر پگاڑہ)
✪ وہ اس لئے کہ "کبوتر با کبوتر، باز بہ باز"
☆ کرپشن میں ملوث پی سی ایس انسپکٹروں کو ملازمت سے برخاست کر دیا جائے گا۔ (ایک خبر)
✪ گویا پڑھنا لکھنا ان کے لئے وبال جان بن جائے گا۔
☆ بے نظیر کو عدلیہ اس وقت اچھی لگتی ہے جب فیصلے ان کے حق میں ہوں۔ (ترجمان مسلم لیگ)
✪ محترمہ "میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو" پر عمل کرتی ہیں۔
☆ برطانوی پادری نے چرچ میں چوری کے ملزم کا ہاتھ کاٹنے کی سزا کا مطالبہ کر دیا۔ (ایک خبر)
✪ گویا برطانوی پادری نے بھی قرآن کی صداقت کا اعتراف کر لیا۔
☆ تمام مسائل کا حل اسلامی نظام میں مضمر ہے۔ (صدر مملکت رفیق تارڑ)
✪ حکومت اسلامی نظام کے نفاذ سے نہیں، اس لئے گریزاں نہیں کہ کہیں تمام مسائل حل ہی نہ ہو جائیں۔
☆ وزیر اعلیٰ ٹریفک پولیس کو کالی بھیڑوں سے پاک کریں۔ (ٹرانسپورٹ فیڈریشن کا مطالبہ)
✪ اگر ایسا ہو گیا تو پھر باقی کیا بچے گا۔
☆ اسلم بیگ اور طاہر القادری نے نیا سیاسی اتحاد بنانے کا اعلان کر دیا۔
✪ "ڈیڑھ اینٹ کی جماعتی سیاست میں ناکامی کا اعتراف"
☆ ۴۸ء کی جنگ کشمیر میں شہید ہونے والے نائیک سیف علی کو نشان حیدر کا اعزاز دینے کا فیصلہ!
✪ "دیر آید درست آید"
☆ کھالیں جمع کرنے کا مقابلہ لشکر طیبہ نے جیت لیا۔ (ایک خبر)
✪ "مجاہدوں" کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے!

ناظم شعبہ سمع و بصر کی جانب سے اہم اعلان

ترجمہ قرآن اور الہدیٰ CDs کی قیمتوں میں کمی کر دی گئی ہے — قیمت فی CD : 125 روپے الہدیٰ CDs میں نیا اضافہ
منتخب نصاب کے 44 دروس کے علاوہ اب امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے تقریباً 40 خطبات جمعہ اور تقاریر بھی اسی CD میں شامل کر دی گئی ہیں۔